تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

37

www.tanzeem.org

24 محرم تا یکم صفر 1441ھ / 24 تا 30 ستمبر 2019ء

امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور اخلاص

جو شخص امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دے، اسے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ ایک ایسا کام کر رہا ہے جس کے لیے خدا کے پیغمبروں کی بعثت ہوئی تھی اور جسے محمد ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ نے انجام دیا تھا۔ اس لیے اگر اس کے اندر پیغمبروں اور ان کے ساتھیوں کے اخلاص کی معمولی سی جھلک بھی نہیں ہے تو وہ کسی طرح ان کا جانشین نہیں ہوسکتا۔ اخلاص کے بغیر جو شخص امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فرض انجام دیتا ہے گو بظاہر وہ پیغمبرانہ کام انجام دیتا ہے لیکن یہ کام اس روح سے خالی ہے جو پیغمبروں کے کام میں ہوتی ہے۔ نظام الدین نیشاپوری امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے بعض حدود و آداب بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

كل ذلك ايمانا و احتسابا لاسمعة ولا رياء ولا لغرض من الاغراض النفسانية و الجسمانية و ذلك ان هذه الدعوة منصب النبیؐ و خلفاء الراشدين بعده

یعنی ”یہ سب کچھ ایمان کے جذبے اور ثواب کی نیت سے ہو، نہ یہ کہ شہرت اور ریا اور نفس و جسم کی کسی غرض کی تکمیل کے لیے۔ اس لیے کہ یہ دعوت نبی ﷺ اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدینؓ کا منصب ہے۔“

معروف و منکر
سید جلال الدین عمری

اس شمارے میں

کربلا سے کشمیر تک

فریضہ اقامت دین

امریکہ اور طالبان کا افغانستان میں مستقبل

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر

دعوت دین: ایک صبر آزما ذمہ داری

اسلام میں نظام تبلیغ کی اصلاح

دھوکہ باز، ناشکرے اللہ کو پسند نہیں!

سُوْرَۃُ الْحَجّ | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیت : 38

اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوۡرٍ ﴿۳۸﴾

آیت ۳۸ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ﴾ ”یقیناً اللہ مدافعت کرے گا اہل ایمان کی طرف سے۔“

اس تحریک میں اب جو نیا دور شروع ہونے جا رہا ہے اس میں مسلح تصادم ناگزیر ہے۔ چنانچہ آیت زیر نظر کا اصل پیغام یہ ہے کہ اس رزم گاہ میں اہل ایمان خود کو تنہا نہ سمجھیں۔ ان کی مدد اور نصرت کے لیے اور ان کے دشمنوں کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے اللہ ان کی پشت پر موجود ہے۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوۡرٍ ﴿۳۸﴾﴾ ”اللہ بالکل پسند نہیں کرتا ہر بڑے خیانت کرنے والے، ناشکرے کو۔“

یہ یقیناً مشرکین مکہ کا تذکرہ ہے، جو ایک طرف خیانت کی انتہائی حدود کو پھلانگ گئے تو دوسری طرف ناشکری میں بھی ننگِ انسانیت ٹھہرے۔ یہ لوگ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی وراثت کے امین تھے۔ بیت اللہ گویا ان لوگوں کے پاس ان بزرگوں کی امانت تھی۔ یہ گھر تو تعمیر ہی اللہ کی عبادت کے لیے ہوا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کی گواہی ان الفاظ میں دی تھی: ﴿رَبَّنَا لِیُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ﴾ (ابراھیم: ۳۷) کہ پروردگار! میں اپنی اولاد کو اس گھر کے پہلو میں اس لیے بسانے جا رہا ہوں کہ یہ لوگ تیری عبادت کریں۔ پھر آپؑ نے اپنے اور اپنی اولاد کے لیے یہ دعا بھی کی تھی: ﴿وَاجۡنُبۡنِیۡ وَ بَنِیَّ اَنۡ نَّعۡبُدَ الۡاَصۡنَامَ ﴿۳۵﴾﴾ (ابراھیم) کہ پروردگار! مجھے اور میری اولاد کو بُت پرستی کی لعنت سے بچائے رکھنا۔ چنانچہ مشرکینِ مکّہ نے اللہ کے اس گھر اور توحید کے اس مرکز کو شرک سے آلودہ کر کے اللہ تعالیٰ ہی کی نافرمانی نہیں کی تھی بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی متبرک امانت میں خیانت کا ارتکاب بھی کیا تھا۔

دوسری طرف یہ لوگ اپنے کرتوتوں سے اللہ کی ناشکری کے مرتکب بھی ہوئے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ پورے جزیرہ نمائے عرب میں مکہ کو جو مرکزی حیثیت حاصل ہے وہ بیت اللہ کی وجہ سے ہے۔ وہ اس حقیقت سے بھی اچھی طرح واقف تھے کہ ان کے قافلے قبائلی حملوں اور روایتی لوٹ مار سے محفوظ رہتے تھے تو صرف اس لیے کہ وہ بیت اللہ کے متولی تھے۔ مگر اس سب کچھ کے باوجود انہوں نے ناشکری کی انتہا کر دی۔ انہوں نے اللہ کی بندگی کے بجائے بُت پرستی اختیار کی اور بیت اللہ کو توحید کا مرکز بنانے کے بجائے اسے بُت خانے میں تبدیل کر دیا۔

فرمان نبویؐ

صبر و شکر......عاجزی اور عظمت

عَنْ بُرَیْدَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: ((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا)) (رواہ البخاری)

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ربّ کریم کے حضور اس طرح) گویا ہوتے: ”اے اللہ! مجھے بہت زیادہ شاکر (نعمتوں پر شکر کرنے والا) اور بہت زیادہ صابر (مصائب پر صبر کرنے والا) اور مجھے خود میری نگاہ میں چھوٹا (خاکسار اور عاجز) اور لوگوں کی نگاہ میں بڑا (معزز اور محبوب) بنا دے۔“

تشریح: راحت و آرام میں اللہ تعالیٰ کے حضور احسان مندی کا اظہار کرنا اور مصائب و آلام میں صبر و قناعت اختیار کرنا۔ زندگی گزارنے کا وہ ارفع و اعلیٰ تصور ہے جو اسلام نے ہمیں عطا کیا ہے۔ قرآن حکیم نے زندگی کا بلند تصور یہ دیا ہے کہ اسے زمین پر تکبر و غرور سے اور فتنہ و فساد پھیلاتے ہوئے نہیں بلکہ عجز و خاکساری اور صبر و شکر سے گزارا جائے اور اس بات کا عملی مظاہرہ اللہ کی بندگی اور اس کے بندوں کی خدمت گزاری میں ہوتا ہے۔ حقیقت میں پرہیزگاری اسی کا نام ہے اور کامیابی کی نوید بھی اسی پر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کربلا سے کشمیر تک

شہادتِ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اسلامی تاریخ کا ایک ایسا باب ہے جس پر ہر مکتبِ فکر کے مسلمان تاسف اور اندوہ کا اظہار کسی نہ کسی انداز میں ضرور کرتے ہیں۔ جو لوگ بظاہر غم کا اظہار نہیں کرتے وہ بھی دل میں اس شہادت پر دکھ ضرور محسوس کرتے ہیں۔ لیکن وہ اہم ترین مقصد جس کے لیے اسلام کی عظیم ترین ہستیوں میں سے ایک ہستی جو حضور ﷺ کے صحابی ہونے کے ساتھ ساتھ نواسۂ رسول ﷺ بھی ہیں، نے تاریخ اسلام کی عظیم ترین قربانی پیش کی۔ اس مقصد کو سمجھنے اور اسے پورا کرنے کے لیے ہم میں سے کوئی بھی سنجیدہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ شعر زبان زدِ عام ہے کہ: قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے ___ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد۔ لیکن اس بات پر سنجیدگی سے غور کرنے پر کوئی تیار نہیں ہوتا کہ اسلام میں ایسی کونسی بگاڑ پیدا ہو گئی تھی جس کو درست کرنے اور صحیح نہج پر لانے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال سمیت اتنی بڑی قربانی پیش کی؟ حقیقت یہ ہے کہ آغاز میں اسلام کو قائم کرنے کے لیے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو قربانیاں پیش کیں وہ باطل، کفر اور شرک کے خلاف تھیں۔ لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تو ایک اسلامی مملکت میں ہوئی جس میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سمیت تمام اسلامی عبادات و رسومات پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ اگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ چاہتے تو مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر عبادت کر سکتے تھے۔ چاہتے تو خانہ کعبہ میں بیٹھ کر اللہ سے لو لگا سکتے تھے۔ اس حوالے سے ان پر کسی قسم کی کوئی پابندی پوری اسلامی ریاست میں کہیں بھی نہیں تھی۔ پھر آخر نواسۂ رسول ﷺ کو ایسی بے مثل قربانی پیش کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ اگر اس معاملے پر کوئی عام شخص بھی غور کرے تو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ یہ صرف اسلام کا سیاسی نظام تھا جس کے لیے تاریخ کی اتنی بڑی قربانی پیش کی گئی۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج بھی معاشرے میں ایسے لوگ موجود ہیں جو سانحہ کربلا پر اظہارِ افسوس کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ سیاست یا سیاسی نظام کا اسلام سے کیا تعلق؟ گویا وہ ایک طرف آپؓ کی شہادت پر انہیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں اور دوسری طرف اُس کام کی ہی نفی کرتے ہیں جس کی خاطر آپؓ نے قربانی دی۔

حقیقت میں آج ہم نے اسلام کو ایک دائرے کے اندر محدود کر لیا ہے اور اسے محض عبادات و رسومات کا ایک مجموعہ سمجھ رکھا ہے۔ حالانکہ اسلام تو ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی گوشوں پر محیط ہے۔ جس طرح انفرادی سطح پر عبادات و رسومات کی دین میں اہمیت ہے اتنی ہی اہمیت اجتماعی سطح پر اسلام کے معاشی، سیاسی اور معاشرتی نظام کی بھی ہے۔ یزید کے دور میں بھی اسلام زندگی کے تمام بقیہ انفرادی و اجتماعی گوشوں میں زندہ تھا، لیکن صرف سیاسی گوشے میں تبدیلی لائی گئی تھی کہ نظام خلافت کو ملوکیت میں بدل دیا گیا تھا۔ اسلام کے سیاسی گوشے یعنی نظام خلافت کی اہمیت کا اندازہ واقعہ کربلا سے ہوتا ہے کہ اس کے لیے اسلامی تاریخ کی سب سے بڑی قربانی دی گئی۔ آج ہم شہادت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے غم میں آنسو تو بہت بہاتے ہیں اور آپؓ سے محبت اور ہمدردی کا اظہار مختلف طور طریقوں سے ہر سطح پر کرتے ہیں لیکن نظام خلافت کی اہمیت اور ضرورت کو سمجھنے اور اُسے نافذ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ آج پوری دنیا میں 58 اسلامی ممالک ہیں لیکن کسی ایک میں بھی اسلامی نظام نافذ نہیں ہے۔ اسلام کو اگر ایک سات منزلہ عمارت سے تعبیر کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ یزید کے دور میں اس عمارت کی ایک منزل گر گئی جسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے برداشت نہ کیا اور بمع اہل و عیال جان قربان کر دی۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

24 محرم تا یکم صفر 1441ھ — جلد 28
24 تا 30 ستمبر 2019ء — شمارہ 37

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی

''دار الاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 79-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک 600 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

آج یہ سات منزلہ عمارت مکمل طور پر گر کر ڈھیر ہو چکی ہے مگر اس پر دنیا کے پونے دو ارب مسلمانوں کو کوئی فکر نہیں ہے۔ حالانکہ یہی وہ فکر تھی جس کی خاطر حضرت حسین ؓ نے اس قدر قربانیاں اور شہادتیں پیش کیں۔ حضرت حسین ؓ سے عقیدت اور ہمدردی کے اظہار کا اصل تقاضا تو یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے انہوں نے شہادت پیش کی ہم اس مقصد کو پورا کریں۔ لیکن عملاً صورت حال یہ ہے کہ آج نظام خلافت کا نام لینا بھی جرم بنا دیا گیا۔ اگر دنیا میں چند لوگ اس نظام کے قیام کے لیے جدوجہد کر بھی رہے تھے تو ماضی میں ہم نے عالمی طاقتوں کے ساتھ مل کر کچل ڈالنے کی پالیسی اپنائے رکھی۔ افغانستان کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جہاں دنیا کی واحد اسلامی حکومت قائم تھی، لیکن اس کو ختم کرنے کے لیے ہم نے اسلام دشمن قوتوں کی توقع سے بھی بڑھ کر کردار ادا کیا۔ ان اسلام دشمن عالمی قوتوں نے داعش جیسی تنظیمیں قائم کیں اور ان کے ذریعے ہر وہ کام کروایا گیا جس سے خلافت کا نام بدنام ہو۔ گویا ہم نے حضرت حسین ؓ کے اس اعلیٰ وارفع مشن کو ہی بدنام کر دیا جس کے لیے انہوں نے قربانی پیش کی۔ آج 10 محرم کو ٹی وی چینلز، اخبارات اور سوشل میڈیا پر وہ لوگ سب سے زیادہ حضرت حسین ؓ سے محبت وعقیدت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں جو یہود و نصاریٰ سے بھی بڑھ کر نظام خلافت کا تمسخر اڑاتے نظر آتے ہیں۔ آج وہ بھی حضرت حسین ؓ کی محبت کے سب سے بڑے داعی ہیں جو کہتے ہیں کہ آج کے جدید دور میں 14 سو سال پہلے کی نظام کی بات کرنا احمقوں کی جنت میں رہنا ہے۔ حالانکہ یہ سب لوگ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھیں تو وہ نظام خلافت ہی تھا جس کے لیے حضرت حسین ؓ نے اتنی بڑی قربانیاں اور شہادتیں پیش کیں۔ لہٰذا اگر ہم حضرت حسین ؓ سے محبت اور عقیدت میں مخلص ہیں تو ہمیں اُن کے اُس مشن کو سچے دل سے اپنا لینا چاہیے جس کے لیے آپؓ نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ جس طرح آپؓ نے کربلا میں نظام خلافت کے لیے قربانیاں پیش کر کے ایک مثال قائم کر دی اسی طرح آپؓ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں بھی نظام خلافت کے قیام کے لیے قربانیاں پیش کرنی چاہئیں یا کم از کم جو لوگ اسلام کے نظام عدل واجتماعی کو شریعت کی بنیادوں پر قائم کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں، اُن کی راہ میں روڑے اٹکانے کی بجائے اُن کی مدد کرنی چاہیے۔

ہم نے یہ ملک حاصل ہی اس لیے کیا تھا کہ ہم یہاں پر اسلام کا نظام عدلِ اجتماعی قائم کریں گے۔ ہمارا مقبول نعرہ تھا ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' اسی مقصد کے لیے لاکھوں لوگوں نے قربانیاں دیں، اپنے گھربار، کھیت کھلیان، روزگار، کاروبار سب کچھ چھوڑا، ہجرت کی اور دوران ہجرت تاریخ کے بدترین مصائب اُٹھائے اور عظیم ترین قربانیاں پیش کیں۔ ان سب لوگوں کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا کہ وہ خلافت علی منہاج النبوۃ کے قیام کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور ان کا یہی خواب تھا کہ ان کی نسلیں اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے اندر رہتے ہوئے زندگیاں گزاریں گی۔ لیکن جب پاکستان بن گیا تو اس نظام کی جانب بڑھنے کی بجائے اس جانب اُٹھنے والے ہر قدم کو ہم نے روکنے کی کوشش کی۔ اگرچہ مذہبی طبقہ نے ابتدا میں دباؤ ڈال کر قرارداد مقاصد آئین ساز اسمبلی سے منظور کروائی، لیکن بعد ازاں اس کو آئین پاکستان کا باقاعدہ حصہ بنانے کی بجائے تمام تر کوششیں اسے غیر مؤثر کرنے میں صرف کی گئیں۔ اس کے بعد ایک بار پھر جب نظام مصطفیٰ ؐ کے نعرے سے عوام کے دلوں کو گرمایا گیا تو پھر عوام نے قربانیاں پیش کیں، جیلیں کاٹیں اور سینوں پر گولیاں کھائیں لیکن بعد ازاں معلوم ہوا نظام مصطفیٰ ؐ کی تحریک بھی سیاسی مقاصد کے لیے چلائی گئی تھی۔ یہ درحقیقت اینٹی بھٹو تحریک تھی اور نظام مصطفیٰ ؐ کا لیبل عوام کو دھوکہ دینے کے لیے لگایا گیا تھا۔

حالیہ دور میں ایک بار پھر عوام کو ریاست مدینہ کا خواب دکھا کر اقتدار حاصل کیا گیا اور پاکستان کو ریاست مدینہ بنانے کے بلند و بانگ دعوے کیے گئے۔ لیکن ایک سال گزرنے کے باوجود حکومت نے ایک قدم بھی اس جانب نہیں بڑھایا۔ 72 سال سے ہمارا معاشی نظام سود کی بنیاد پر کھڑا ہے، معاشرتی سطح پر بھی ہمارا نظام مغربی تہذیب کے گرداب میں دھنستا چلا جارہا ہے، عریانی، فحاشی، بے حیائی اپنے عروج پر ہے۔ اسی طرح سیاسی نظام میں سے بھی اسلام اور دین کو نکال باہر کر دیا گیا۔ ہمارا عدالتی نظام بھی انگریز کا بنایا ہوا نظام ہے، جس میں غریب پھنس جاتا ہے جبکہ امیر کو ہر طرح سے چھوٹ مل جاتی ہے۔ اگرچہ شریعت کورٹس بنائی گئیں لیکن ان کا دائرہ کار اس قدر محدود کر دیا گیا کہ وہ باطل نظام پر کسی طرح سے بھی اثر انداز نہ ہونے پائیں۔ اسی طرح ہماری مذہبی جماعتوں نے بھی ہمیشہ جمہوریت کے لیے تو تحریک چلائی ہے لیکن اسلامی نظام کے قیام کے لیے کبھی تحریک چلانے کی انہیں توفیق نہیں ہوئی۔ جبکہ حضرت حسین ؓ کا اُسوہ تو یہ تھا کہ اسلامی نظام میں صرف ایک دراڑ آئی تھی اور آپؓ نے اپنے اہل وعیال سمیت قربانی پیش کر دی۔

آج کشمیری بھی جس مقصد کے لیے قربانیاں پیش کر رہے ہیں وہ ان کے مقبول ترین نعرے سے خوب عیاں ہے کہ پاکستان سے رشتہ کیا: لا الٰہ الا اللہ۔ حقیقت میں یہ رشتہ اسی صورت میں قائم ہو سکتا ہے جب پاکستان میں بھی عملی طور پر لا الٰہ الا اللہ قائم ہو گا۔ لیکن بالفرض کشمیر کا پاکستان کے ساتھ الحاق ہو بھی جائے اور پاکستان میں اسی طرح باطل کا نظام قائم رہا، عدل وانصاف کا قتل عام ہوتا رہا، امیر اور غریب کے لیے الگ الگ قانون اور نظام رہا، فحاشی، عریانی اور بے حیائی کا بازار اسی طرح گرم رہا، اسلامی تہذیب کی بجائے مغربی تہذیب پروان چڑھتی رہی اور اسلام کی بجائے ہم سیکولرازم اور لبرل ازم کی طرف بڑھتے چلے گئے تو جس طرح آج کشمیری بھارت کے خلاف نعرے لگا رہے ہیں کل اسی طرح پاکستان کے خلاف بھی لگائیں گے۔ اس لیے کہ پاکستان کی طرح کشمیر بھی مضبوط اور مستحکم نہیں ہو سکے گا اور کشمیریوں کی دینی اور دنیاوی خواہشات اور توقعات پوری نہ ہو سکیں گی، کیونکہ وہ جس مقصد کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں وہ پورا نہیں ہو گا تو لازماً انہیں اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ایک نئی جدوجہد کا آغاز کرنا پڑے گا۔ کیونکہ نماز، روزہ، حج تو وہ بھارت کے ساتھ رہ کر بھی کر سکتے تھے۔ اگر وہ بھارت سے آزادی چاہتے ہیں تو صرف اس لیے کہ انہیں اسلام کا عادلانہ سیاسی نظام چاہیے تاکہ وہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنی زندگیاں اسلام کے مطابق گزار سکیں۔ لہٰذا ہمارا کشمیر سے اور کشمیریوں سے رشتہ حقیقی معنوں میں تب ہی مضبوط (بقیہ صفحہ 13 پر)

فریضۂ اقامت دین

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں مرکزی ناظم تعلیم وتربیت خورشید انجم کے 13 ستمبر 2019ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! تنظیم اسلامی کی طرف سے یکم اگست سے 31 اکتوبر تک ''دعوت فکر اسلامی مہم'' شروع کی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ انگریز کی غلامی کی وجہ سے ہمارے تصوراتِ دین محدود بھی ہوگئے ہیں اور مسخ بھی ہوگئے ہیں۔ ہمارے ذہنوں میں دین کا بہت محدود تصور رہ گیا ہے کہ بس عقائد، عبادات اور رسومات وغیرہ ہی دین کل ہیں۔ اسی طرح فرائض دینی کا تصور بھی ہمارے ذہنوں میں بہت محدود رہ گیا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے آگے ہماری سوچ جاتی ہی نہیں۔ لہٰذا دین کے بنیادی نظریات جو ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئے ہیں اُن کو ہمارے مربی و محسن محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ بار بار ہمارے سامنے اُجاگر کرتے رہے ہیں، ذہن نشین کراتے رہے ہیں بلکہ پختہ کراتے رہے ہیں۔ یہ سہ ماہی مہم بھی اسی سبق کا اعادہ ہے۔ اسی سبق کو تازہ کرنے کے لیے آج ہم ان شاء اللہ فریضۂ اقامت دین کے موضوع پر مطالعہ کریں گے۔ اس حوالے سے سورۃ الشوریٰ کے دو مقامات انتہائی اہم ہیں۔ پہلے مقام پر فرمایا:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ﴾ (شوریٰ:13) ''(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اس نے نوحؑ کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمد ﷺ) آپ کی طرف کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیمؑ کو اور موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو کہ قائم کرو دین کو۔''

دین کو قائم کرنے کی وصیت حضرات نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو کی گئی تھی اور پھر آپ ﷺ کو یہ وصیت کی گئی اور آپ ﷺ کے بعد اب یہ وصیت آپ ﷺ کی اُمت کو کی جارہی ہے کہ دین کو قائم کرو۔ اب ختم نبوت کے بعد کوئی رسول اور کوئی نبی آنے والا نہیں۔ اب انبیاء کا کام یعنی شہادت علی الناس کا فریضہ اس اُمت نے ادا کرنا ہے۔ یہ فریضہ قولی بھی ہے اور عملی بھی ہے۔ قولی طور پر اتمام حجت قائم کردینا جبکہ عملی طور پر دین کا ایک نمونہ قائم کرکے دکھانا یہ اس اُمت کا فریضہ ہے۔ وہ نمونہ انفرادی اور اجتماعی زندگی دونوں میں ہو۔ جیسا کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے بنفسِ نفیس یہ نمونہ قائم کرکے دکھایا۔

مرتب: ابوابراهیم

پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ دین اصل میں ہے کیا؟ دین کا لغوی مفہوم بدلہ ہے اور بدلہ جزا کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور سزا کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ سورۃ الفاتحہ میں فرمایا:

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ ''(جو) جزا وسزا کے دن کا مالک ومختار ہے۔''

ظاہر ہے یہ جزا وسزا کسی ضابطے اور قانون کے تحت ہوتی ہے لہٰذا ضابطہ اور قانون کا مفہوم بھی دین میں شامل ہے۔ جیسا کہ سورۃ یوسف میں فرمایا:

﴿مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ﴾ (آیت 76) ''آپؑ کے لیے ممکن نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو روکتے بادشاہ کے قانون کے مطابق سوائے اس کے کہ اللہ چاہے۔''

یہ ضابطہ اور قانون کسی نظام کے تحت ہوتا ہے۔ جس نظام میں بادشاہ خود کو خود مختار مان کر اپنے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے کرے گا وہ دین الملک یعنی بادشاہ کا نظام ہے۔ اسی طرح اگر عوام کو خود مختار مان لیا جائے، یعنی حاکمیت عوام کی ہو، ان کے نمائندے ہوں، وہ جو طے کرلیں وہ قانون بن جائے تو ایسے نظام کو دین جمہور کہا جائے گا۔ جسے ہمارے ہاں جمہوریت کہا جاتا ہے۔ جس نظام میں اللہ کے عطا کردہ قوانین کی اطاعت ہو وہ دین اللہ ہے۔ جیسا کہ سورۃ الانفال میں فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ﴾ (آیت 39) ''اور (اے مسلمانو!) ان سے جنگ کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ (کفر) باقی نہ رہے اور دین کل کا کل اللہ ہی کا ہو جائے۔''

معلوم ہوا کہ دین سے مراد ایک پورا نظام زندگی ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا اصل کام اس دین کو کل نظام زندگی پر قائم کرنا تھا۔ ﴿اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ﴾ کے دو ترجمہ کیے گئے ہیں۔ ایک دین کو قائم کرو اور دوسرا دین کو قائم رکھو۔ یعنی اگر دین قائم نہیں ہے تو اس کو قائم کرنے کی کوشش کرو اور اگر وہ قائم ہے تو اس کو پھر قائم رکھو اور گرنے نہ دو۔ گویا دین پر صرف اپنی ذاتی اور انفرادی زندگی میں عمل نہیں کرنا، اس سے آگے بڑھ کر اس کی دعوت، اس کی تبلیغ، اس کی نشرواشاعت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور لوگوں پر اتمام حجت قائم کردینے کے لیے شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرنا بھی کافی نہیں ہے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اس دین کو بالفعل قائم و نافذ کرنے کے لیے عملی طور پر محنت، کوشش اور جدوجہد کرنا دراصل دین کو قائم کرنا ہے۔

دین کو قائم کرنا کیوں ضروری ہے۔اس لیے تاکہ دنیا میں عدل وانصاف قائم ہو۔اسی کام کے لیے تمام انبیاء دنیا میں بھیجے گئے تھے۔فرمایا:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ''ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور میزان اُتاری' تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔'' (الحدید:25)

یہ عدل وقسط کا قیام انبیاء کرام کی بنیادی ذمہ داری تھی اور آخر میں رسول اللہ ﷺ نے دین اللہ کو قائم و نافذ کر کے ایک نمونہ دنیا کو دے بھی دیا۔آپ ﷺ چونکہ آخری نبی تھے اس لیے آپ ﷺ کے بعد اقامت دین کی ذمہ داری آپ ﷺ کی اُمت کے کندھوں پر ہے۔آگے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ ''اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو''

یعنی دین کے اندر تقسیم پیدا نہ کرو۔یہ نہیں کہ دین کا کچھ حصہ لے لو اور کچھ چھوڑ دو، جو نفس کو اچھا لگے اس کو لے لو اور جس کے اختیار کرنے میں تنگی ہو اس کو چھوڑ دو۔جیسا کہ ہمارے ہاں 72 سال سے سود کو نہیں چھوڑا جا رہا ہے۔اس دوران کئی تحریکیں چلیں مگر سود کے خلاف آج تک کوئی تحریک نہیں اُٹھی۔جبکہ اقامت دین کا تقاضا یہ ہے کہ پورے کا پورا دین قائم اور نافذ کیا جائے۔آگے فرمایا:

﴿كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ﴾

''(اے نبی ﷺ) بہت بھاری ہے مشرکین پر یہ بات جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں۔''

دین اگر صرف نیکی کی دعوت کا نام ہو تو پھر تو کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ نیکی کی دعوت کو بڑی آسانی سے قبول کر لیا جاتا ہے (چاہے عمل کی نیت ہو یا نہ ہو)۔اسی طرح برائیوں سے اگر صرف زبانی کلامی روکا جائے تو اس پر بھی زیادہ پریشانی نہیں ہوتی۔لیکن اگر آپ بالفعل دین کو قائم کرنے کی دعوت دیتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ باطل نظام کو چیلنج کر رہے ہیں اور اس نظام سے جن لوگوں کے مفادات جڑے ہوئے ہیں اُن کو آپ کی یہ دعوت آسانی سے ہضم نہیں ہوگی۔البتہ جس کو اللہ ہدایت دے دے: آگے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف (آنے کے لیے) چن لیتا ہے''

﴿وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾﴾ ''اور وہ اپنی طرف ہدایت اُسے دیتا ہے جو خود رجوع کرتا ہے۔''

اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے دین کے لیے چن لیتا ہے۔اسلامی تاریخ گواہ ہے۔حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار کے بہت شوقین تھے۔نبی اکرم ﷺ دین کی دعوت دیتے رہے، چھ سال گزر گئے مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار میں مشغول رہے، دھیان ہی نہیں دیا کہ میرا بھتیجا کیا کہہ رہا ہے۔اچانک ایک دن شکار سے واپس آئے تو باندی نے بتایا کہ آج ابوجہل نے آپؓ کے بھتیجے (ﷺ) کے ساتھ بدتمیزی کی ہے۔آپؓ اسی وقت غصے میں گئے اور ابوجہل کے سر پر کمان ماری اور وہاں کھلے عام اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے نبی کریم ﷺ کے سخت خلاف تھے لیکن پھر ایک واقعہ ایسا ہوا کہ آپؓ خود چل کر نبی کریم ﷺ کے پاس گئے اور اسلام قبول کیا۔اسی طرح جو لوگ خود اللہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اللہ انہیں ہدایت دیتا ہے۔اس کی بڑی مثال حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔آپؓ مجوسیوں کے آتش کدے کے پروہت کے بیٹے تھے۔یعنی پیرزادے تھے۔لوگ ان کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑے رہتے تھے۔لیکن انہوں نے سوچا کہ آگ ہمارا معبود کیسے ہوسکتی ہے جسے ہم خود اپنے ہاتھوں سے جلاتے ہیں۔معبود تو وہ ہوسکتا ہے جس نے پوری کائنات کو بنایا ہو۔چنانچہ وہ حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔شام پہنچے، ایک راہب کی شاگردی حاصل کی، وہ فوت ہونے لگا تو اس نے کسی دوسرے کے پاس بھیج دیا، وہ بھی فوت ہوگیا تو تیسرے کے پاس بھیجا، وہ جب فوت ہونے لگا تو بتایا کہ میرا علم بتاتا ہے کہ کھجوروں کی سرزمین پر آخری

دعوتِ فکرِ اسلامی مہم

تنظیمِ اسلامی کا پیغام نظامِ خلافت کا قیام

بانیٔ تنظیم: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
امیر تنظیم: حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ

''اللہ کے ہاں دین (نظامِ زندگی) اسلام ہے''
(آل عمران:19)

تنظیمِ اسلامی
www.tanzeem.org

نبی کی بعثت ہونے والی ہے۔ ان کے پاس جاؤ۔ وہ وہاں سے چلے، راستے میں قافلہ لوٹا گیا اور آپؓ غلام بنا لیے گئے جنہیں مدینہ کے ایک یہودی نے خرید لیا۔ اس طرح آپؓ رسول اللہ ﷺ تک پہنچ گئے۔ لہٰذا جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ اسے ہدایت کا راستہ دکھلا دیتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ﴾ ”اور انہوں نے تفرقہ نہیں کیا مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس علم آ چکا تھا' آپس میں ضدم ضدا کے باعث۔“

یہاں یہود ونصاریٰ کا طرزِ عمل بتایا جا رہا ہے۔ یہ نہیں تھا کہ انہیں پتا نہیں تھا۔ یہود تو انتظار میں تھے۔ اسی لیے وہ مدینے میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ وہ اوس اور خزرج کے لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ جب ہمارے آخری پیغمبر آئیں گے تو ان کے ساتھ مل کر ہم تمہارے خلاف لڑیں گے۔ لیکن نبی اکرم ﷺ جب بنی اسماعیل میں سے آ گئے تو ان میں حسد پیدا ہو گیا اور اس کی وجہ سے انہوں نے آپ ﷺ کو نہیں مانا لیکن آپ ﷺ کو جانتے ضرور تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ نبی ﷺ کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔“ (البقرہ:146)

لیکن محض ضد میں آ کر انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا۔ اسی طرح کا معاملہ نصاریٰ کا بھی تھا۔ ان کے بحیرہ راہب نے سب کچھ بتا دیا تھا لیکن وہ بھی ضد پر اڑ گئے۔ آگے فرمایا:

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿١٤﴾﴾ ”اور اگر ایک بات آپ کے رب کی طرف سے پہلے سے ایک وقت معین کے لیے طے نہ پا چکی ہوتی تو ان کے مابین (اختلافات کا) فیصلہ چکا دیا جاتا۔ اور جو لوگ کتاب کے وارث بنائے گئے ان کے بعد وہ اس کے متعلق ایک خلجان آمیز شک میں مبتلا ہیں۔“

ہمارے ہاں بھی یہی کیفیت ہے۔ اہل مذہب جس طرح آپس میں گتھم گتھا ہوتے ہیں، جس طرح سے ایک دوسرے کے خلاف مناظرے چلتے ہیں، اس سے آنے والی نوجوان نسل دین کے بارے میں شک میں مبتلا ہو جاتی ہے کہ ایک اللہ، ایک رسول اور ایک کتاب کو ماننے والوں کا یہ حال ہے۔ یہی حال اہل کتاب کا بھی تھا۔ فرمایا:

﴿فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ﴾ ”تو (اے نبی ﷺ!) آپ اسی کی دعوت دیتے رہیے“

خطاب تو نبی اکرم ﷺ سے ہے لیکن رُخ ہر داعی کی طرف ہے کہ دین کی دعوت ہر صورت میں دیتے رہیے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ﴾

”اور جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے۔“

داعی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حق پر ڈٹا رہے اور کسی کی خواہشات کے مطابق، کسی کی خوشنودی کی خاطر اپنے موقف میں ذرا بھی لچک پیدا نہ کرے۔ کیونکہ داعی کو دعوت سے روکنے کے لیے یہ سب ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔ آپ ﷺ کو بھی مختلف آفرز کی گئیں کہ کسی طرح آپ ﷺ اپنے موقف میں لچک پیدا کر لیں مگر جیسا کہ فرمایا:

﴿وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ﴾ ”اور آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہے۔“

داعی تو صرف اسی چیز کی دعوت دینے کا پابند ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اسی کی تعلیم نبی اکرم ﷺ نے بھی دی۔ لہٰذا ایک داعی اسی دائرے کے اندر رہ کر دعوت دے سکتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی کر لے۔ آگے فرمایا:

﴿وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ﴾ ”اور (آپ کہہ دیجیے کہ) مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔“

واعظ کا کام صرف نصیحت کرنا ہوتا ہے، وہ نصیحت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے لیکن اللہ کے دین کے داعی کا اصل ہدف نظام عدل وقسط کا قیام ہے۔ جس کا نمونہ نبی اکرم ﷺ نے قائم کر کے دکھایا۔

﴿اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ﴾ ﴿لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٥﴾﴾ ”اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے' ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لیے تمہارے اعمال ہیں۔ ہمارے درمیان کسی حجت بازی کی ضرورت نہیں' اللہ ہمیں جمع کر دے گا۔ اور اُسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔“

داعی کا مقصد اللہ کی رضا ہونا چاہیے اور اسی مقصد کے تحت دعوت دیتے رہنا چاہیے۔ کوئی نصیحت حاصل کرے نہ کرے۔ جس کا جیسا عمل ہو گا اسی کے مطابق اسے صلہ مل جائے گا۔ جانا سب نے لوٹ کر اسی رب کے پاس ہے وہاں فیصلہ ہو جائے گا کون سچا تھا اور کون جھوٹا۔

اقامت دین کی جدوجہد کے حوالے سے سورۃ الشوریٰ میں دوسرا مقام وہ ہے جہاں فرمایا:

﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ﴾ (آیت:47) ”(اے اہل ایمان!) اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو' اس سے پہلے کہ اللہ کے حکم سے وہ دن آ جائے جسے لوٹایا نہ جا سکے گا۔“

یہ رب کا حکم کیا ہے دین کے قیام کی جدوجہد کو لازم پکڑو۔ اللہ کے اس حکم پر لبیک کہو۔ آج وقت ہے۔ یہ نہ ہو وقت مہلت ختم ہو جائے اور پھر وقت کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا۔ دنیا میں انسان کہتا ہے یہ کام بھی ہو جائے فلاں بھی ہو جائے مگر اس کی فکر اس اصل کام کی طرف نہیں ہوتی کہ میرا اصل کام اللہ کے دین کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا ہے۔ دنیوی کاموں سے فرصت ہی نہیں۔ انسان کو اس وقت پتا چلتا ہے جب آنکھیں بند ہو رہی ہوتی ہیں پھر انسان کہتا ہے کہ:

”پروردگار! مجھے ذرا واپس بھیج دے تاکہ جو کچھ میں چھوڑ کر آیا ہوں اس میں نیک کام کروں۔“ (المومنون:99،100)

لیکن موت کے ساتھ ہی عمل کا وقت بھی ختم ہو جاتا ہے۔ پھر جب محشر کا میدان سجتا ہے تو پھر:

﴿مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿٤٧﴾﴾ ”نہیں ہو گی تمہارے لیے اُس دن کوئی جائے پناہ اور نہیں ہو گا تمہارے لیے کوئی موقع انکار۔“

دنیا میں اگر پولیس پکڑ کر لے جائے تو سینکڑوں چھڑانے والے آ جائیں گے مگر وہاں کوئی پوچھنے والا بھی نہیں ہو گا۔ لہٰذا اس سے پہلے کہ وہ دن آ جائے اپنے فرائض دینی کو سمجھو۔ اپنی دینی ذمہ داریوں کو محسوس کرو۔ جس طرح نماز کو قائم کرنا فرض ہے اسی طرح دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا بھی ایک مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ پہلے اپنی ذات پر، پھر اپنے گھر بار پر، پھر معاشرے میں دین کو نافذ و قائم کرنے کی جدوجہد کا حصہ بننا اُمت کے ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔ اسی وجہ سے اس اُمت کو خیر اُمت قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی دینی ذمہ داریوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

❁❁❁

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

خطاب بہ جاوید

20

سخنے بہ نژادِ نو
نئی نسل سے کچھ باتیں

66 حفظِ جاں ہا ذکر و فکر بے حساب	حفظِ تن ہا ضبطِ نفس اندر شباب

(اے جانِ پدر! اے مسلمانوں کی امیدوں کے مرکز نوجوانو! SPIRITUAL SELF خودی اور ضمیر یعنی) اپنی جان کی حفاظت وافر اور مسلسل ذکر و فکر میں ہے جبکہ اپنے مادی وجود (تن/جسد خاکی) کی حفاظت جوانی میں ضبط نفس (SELF CONTROL) سے ہے

67 حاکمی در عالمِ بالا و پست	جز بحفظِ جان و تن ناید بدست

دنیا اور آخرت کے اعلیٰ درجات (اور سر بلندی) چاہتے ہو (تو سن لو!) یہ چیز اپنی خودی اور جسد خاکی (نوری اور خاکی وجود) کی حفاظت کے (سخت اہتمام) کے بغیر ہاتھ نہیں آتی

68 لذتِ سیر است مقصودِ سفر	گر نگہ بر آشیاں داری مپر

(دورِ حاضر کے نوجوان مسلمان! دنیا ایک مسافر خانہ ہے اور زندگی ایک سفر ہے) اس سفر (زندگی) میں 'سیر' اور عبرت پذیری کو زندگی کا مقصود بناؤ اگر تیرے پیش نظر آشیانہ (دنیاوی اچھی زندگی اور اچھا گھر ہے) تو پھر اعلیٰ نصب العین اور خودی کی حفاظت کا خیال دل سے نکال دو (جانوروں کی طرح کھاؤ پیو اور مرجاؤ)

66۔ اے مسلمانوں کی اُمیدوں کے مرکز نوجوانو! تم اپنے جسم وجان کے تقاضے ماحول کے زیر اثر اور ماحول کے چلن کے مطابق پورے کرنے کی راہ پر نہ چلو آج کا مغربی فکر اور مغربی ذہن ارسطو و افلاطون سے گزر کر ڈارون و فرائڈ سے ہوتا ہوا لادینیت کی طرف گامزن ہے ان کی اندھا دھند پیروی مت کرو بلکہ اپنی ترجیحات اور اوقات کی تقسیم اپنے مذہبی اور دینی رجحانات کے تحت تشکیل دو تاکہ تمہارا انسانی اور روحانی تشخص برقرار رہ سکے 'خودی' اور روح کے تحفظ کے لیے بے حساب اور وافر مقدار میں ذکر وفکر کے اہتمام کرنے کی اشد ضرورت ہے اور جسمانی تحفظ اور صحت و پاکیزگی کے لیے اپنی اس عمر کے حالیہ حصے میں ضبطِ نفس سے کام لو یعنی SELF CONTROLL کی کڑی ضرورت ہے۔

67۔ یہ دنیا اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے اس میں انسان کو پیدا فرمایا۔ پھر انسان کو اجتماعی معاملات میں عدل وقسط کا ذمہ دار بنایا ہے اسی بار امانت کو خلافتِ ارضی کہا گیا۔ انسان اپنی اسی فطرتِ ثانیہ کے تحت روئے ارضی پر سینکڑوں ممالک، برادریوں، قبیلوں میں تقسیم ہو کر بھی حاکمیت اور حکمرانی کا طالب رہتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کے سورۃ البقرہ کے چوتھے رکوع میں حضرت آدم علیہ السلام کو عطائے خلافت کے بعد زمین پر بھیجے جانے کے بعد ذکر ہے کہ اب آسمانی ہدایت وقفے وقفے سے پیغمبروں کے ذریعے آئے گی جو اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ حقیقتاً کامیاب ہے اور جو اپنے اس جذبۂ حاکمیت کو آسمانی ہدایت سے روگردانی کر کے بروئے کار لائے گا وہ فرعون، نمرود، یونانی اور رومی مطلق العنان بادشاہ بنیں گے یا آج کی سپر طاقتیں بعض حکمران مسلمان کہلاتے ہوئے بھی عملاً 'مُلکاً عاضًا' کے نمائندے ہی رہیں گے۔ اے پسر! عبادت کے ساتھ خلافت ارضی کی ذمہ داری ادا کرنے کے لیے انسان کو حکمرانی درکار ہے ایسی آئیڈیل حکمرانی اپنی روح کی صحیح حفاظت اور نگہداشت اور کنٹرول کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر انسان آسمانی ہدایت کے کسی ضابطے کے تحت نہیں تو پھر اقتدار انسان کو فرعون، قیصر اور کسریٰ اور دجال بنا دیتا ہے۔ (1)

68۔ اے پسر! یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے یا آج جدید اصطلاح میں جسے آج کے لوگ زیادہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا ایک TRANSIT LOUNGE ہے جہاں کہیں سے آ رہے ہیں اور کہیں جا رہے ہیں اور زندگی ذوقِ سفر کا نام ہے۔ اس سفر حیات کا مقصد لذتِ سیر ہے۔ ایک مقصد اور نصب العین کے ساتھ اپنا سب کچھ لگا کر پوری زندگی گزار دینا ہی کامیابی ہے۔ (2) جو انسان اپنے نصب العین سے جی چرا کر صرف دنیاوی زندگی کے عیش و آرام یعنی اچھا گھر اور اچھی گزران کے لیے زندگی گزارتا ہے وہ اس سفر حیات میں کامیاب نہیں۔ صرف آشیانے پر نگاہ رکھنا عزیز ہے تو بہتر ہے یہ سفر شروع نہ کرو۔

(1) بقول علامہ اقبال

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(2) بقول فیض

یہ بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگا دو ڈر کیسا
گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں

تو خاک میں مل اور آگ میں جل
جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر
بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

اکبر الٰہ آبادی

ٹرمپ نے امریکہ طالبان مذاکرات منسوخ کر کے ثابت کر دیا کہ امریکہ امن کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ وہ اپنے مفادات کی خاطر خطے کا امن یرغمال بنانا چاہتا ہے: ایوب بیگ مرزا

مذاکرات کا کوئی حتمی نتیجہ نکلنا محال تھا کیونکہ افغان طالبان کی ساری جنگ نظام شریعت کے لیے ہے جبکہ امریکہ وہاں آیا ہی محض اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے تھا: رضاء الحق

امریکہ اور طالبان کا افغانستان میں مستقبل کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: طالبان اور امریکہ کے درمیان مذاکراتی عمل کے خاتمے کی کون سی بنیادی وجوہات ہیں اور بالخصوص طالبان اور اشرف غنی کی کیمپ ڈیوڈ میں ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ ملاقات کیوں منسوخ ہوئی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اس کی بنیادی وجہ امریکیوں کی بددیانتی، بدنیتی، فریب اور دھوکہ دہی، چالاکی اور مکاری ہے۔ ہماری رائے میں آغاز سے ہی معلوم ہو رہا تھا کہ امریکہ ان مذاکرات کی آڑ میں مزید مہلت حاصل کرنے کے علاوہ دنیا پر یہ واضح کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ افغانستان میں امن چاہتا ہے۔ یعنی وہ امریکی عوام اور دنیا کو بتانا چاہتے تھے کہ ہم تو پُرامن رہنا چاہتے ہیں لیکن افغان جنگجو پُرامن نہیں رہنا چاہتے اور ہم امن کی خاطر ان سے مذاکرات کر رہے ہیں۔ ٹرمپ نے مذاکرات کی منسوخی کی وجہ یہ بتائی ہے کہ طالبان نے حملہ کر کے ہمارا ایک عظیم سپاہی اور گیارہ افغانی مارے ہیں اس لیے ہم ان سے مذاکرات منسوخ کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا کوئی سیز فائر ہوا تھا جس کی انہوں نے خلاف ورزی کی ہے؟ اس کے ساتھ امریکی وزیر خارجہ مائیک پومپیو فرماتے ہیں کہ ہم نے اس ہفتے میں ایک ہزار طالبان مارے ہیں۔ ویسے تو جھوٹ بولنا شاید ان کی جینز میں شامل ہے۔ بہر حال ہزار نہ سہی اگر دس بیس طالبان بھی انہوں نے مارے ہیں تو کیا وہ انسان نہیں تھے؟ کیا وہ کیڑے مکوڑے تھے جو مارے گئے تھے؟ سوال یہ ہے کہ جنگ نام کس چیز کا ہے؟ کیا جنگ محبت کے پیغامات کے تبادلے کے لیے ہوتی ہے؟ اگر سیز فائر ہوا ہوتا اور طالبان اس کی خلاف ورزی کرتے تو پھر امریکیوں کا عذر بجا تھا۔ اصل میں وہ مزید فساد کے لیے جھوٹا عذر تراش رہے ہیں۔ جیسا کہ امریکہ نے عراق کے معاملے میں بھی جھوٹا عذر تراشا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے اشرف غنی اور طالبان کو کیمپ ڈیوڈ بلایا تھا۔ مگر جس کے ساتھ انہوں نے فراڈ کرنا ہو تو اس کو کیمپ ڈیوڈ ہی بلاتے ہیں۔ یاسر عرفات اور ہمارے پرویز مشرف کو بھی کیمپ ڈیوڈ ہی بلایا تھا جن کے ساتھ جو حشر ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ لیکن امریکی نہیں جانتے کہ ان کا واسطہ کس سے پڑا ہے اور انہوں نے کس کو للکارا ہے۔ امریکہ نے

مرتب: محمد رفیق چودھری

انہیں للکارا ہے جنہوں نے سوویت یونین کے پرخچے اڑا دیے اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس سے قبل برطانیہ بھی اپنے وقت کی سپر پاور تھی جس میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا مگر اس کا سورج بھی افغانستان میں غروب ہوا۔ لیکن امریکی ابھی تک غلط فہمی میں مبتلا ہیں، ان کا ابھی تک سپریم پاور ہونے کا خمار نہیں اترا۔ لیکن یاد رکھیے! طالبان نے بالکل درست کہا ہے کہ امریکی پچھتائیں گے اور بہت زیادہ نقصان اٹھائیں گے۔ افغانیوں کو جنگ کچھ نہیں کہتی وہ تو صدیوں لڑ سکتے ہیں۔ امریکہ اگر باز نہ آیا تو اس کی اکانومی مزید ڈوبے گی۔

رضاء الحق: امریکہ نے خود افغان طالبان سے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ ہم آپ سے مذاکرات کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم یہ جنگ ختم کرنا چاہتے ہیں لیکن دوسری طرف وہ یہ چاہتے تھے کہ ہماری یہاں کسی نہ کسی طرح موجودگی رہے۔ امریکہ کی تاریخ دھوکہ دہی سے بھری پڑی ہے۔ یہاں تک کہ فرانس جیسے ملک کے ساتھ انہوں نے دھوکہ کیا۔ فرانس کے چارلس ڈیگال نے جب امریکی صدر نکسن سے مطالبہ کیا کہ ہمارا سونا واپس کر دو تو نکسن نے جواب دیا کہ ہم نے آپ سے معاہدہ تو کیا ہوا ہے کہ ہم سونا واپس کریں گے لیکن ہم اس معاہدے کی پاسداری کے پابند نہیں ہیں۔ اس مذاکراتی عمل کے پس منظر میں بھی ایک ایسی چیز چل رہی تھی جو افغان طالبان کے میگزین ''الشریعة'' میں سامنے آئی تھی اور عالمی میڈیا میں بھی سامنے آئی کہ بلیک واٹر کے چیف ایرک پرنس کی ڈونلڈ ٹرمپ کے ساتھ بہت ساری ملاقاتیں ہوئیں۔ ان ملاقاتوں میں افغان جنگ کو پرائیوٹائز کرنے کی بات بھی ہوئی۔ امریکہ اس صورت حال کو دو نقطہ ہائے نظر سے دیکھ رہا تھا اور یہی مذاکرات کے خاتمے کی وجوہات بنیں۔ پہلی بات یہ کہ ان مذاکرات کے نتیجے میں کوئی ایسا حتمی فیصلہ ممکن ہی نہیں تھا جو دونوں فریقوں کو قبول ہو۔ افغان طالبان کی ساری جنگ نظام شریعت کے لیے ہے جبکہ امریکہ وہاں آیا ہی محض اسلامی حکومت کے خاتمے کے لیے تھا۔ اگر آج وہ طالبان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کر لیتا ہے تو اس کی 18 سالہ جنگ بے معنی ہو جاتی ہے۔ لہٰذا امریکہ مذاکرات کی کامیابی کے جتنے بھی دعوے کرتا رہا وہ جھوٹے تھے۔ یہاں تک بھی کہا گیا کہ معاہدے کا ڈرافٹ تیار ہو چکا ہے لیکن افغان طالبان اس وقت بھی کہہ رہے تھے کہ ہم اس کو منظوری کے لیے شوریٰ میں بھیج رہے ہیں۔ طالبان کی مذاکراتی ٹیم میں شامل ملا برادر اس حوالے سے چین بھی گئے تھے کہ اگر ہمارا امریکہ سے معاہدہ ہو جائے تو آپ گارنٹی دے سکتے ہیں کہ امریکہ اس پر قائم رہے گا۔ لیکن دنیا کا کوئی ملک اس کی گارنٹی نہیں دے سکتا۔ کیونکہ امریکہ کی تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ وہ اپنے مقاصد کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اصل میں اگلے سال امریکہ میں الیکشن آ رہے ہیں اس لیے ٹرمپ نے فیس

سیونگ کے لیے کہا کہ مذاکرات میں نے ختم کیے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم کیمپ ڈیوڈ نہیں جائیں گے۔ کیمپ ڈیوڈ ایک طرح سے امریکہ میں یہودی سوچ کا مرکز ہے جس کا نام اسرائیلی سٹار آف ڈیوڈ سے منسوب ہے کیمپ ڈیوڈ میں مذاکرات کا مقصد یہ تھا کہ وہاں ایک طرف اشرف غنی بیٹھے گا اور دوسری طرف طالبان بیٹھیں گے اور درمیان میں ٹرمپ کہے گا کہ دیکھو میں نے امن قائم کر دیا۔ لیکن ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ جب وہ دیکھتا ہے تو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ چھ مہینے پہلے الشریعہ کے اندر ایک مضمون چھپا تھا جس میں طالبان نے کہا تھا کہ امریکہ یہاں پر بلیک واٹر لے کے آ رہا ہے۔ طالبان امریکہ کے پلان کو جان چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے دنوں طالبان نے قندوز پر حملہ کیا اور وہاں سے پھر کابل میں green village میں واقع بلیک واٹر کے ہیڈ کوارٹر کو نشانہ بنایا اور بہت سارے لوگوں کو مارا جس میں اس ہیڈ کوارٹر کا چیف بھی شامل تھا۔ گویا طالبان کو معلوم تھا کہ مذاکرات کے نام پر انہیں دھوکہ دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ لہٰذا انہوں نے سوچ سمجھ کر اللہ کی مدد کے ساتھ ہر قدم اُٹھایا۔ کیونکہ ان کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے جہاد کر رہے ہیں اور ہم نے امریکہ کو یہاں سے ہر صورت میں نکالنا ہے۔ اب امریکہ نے صرف اپنی فیس سیونگ کے لیے مذاکرات کی منسوخی کا اعلان کیا ہے حالانکہ اسے معلوم ہے کہ اس وقت تقریباً 90% افغانستان طالبان کے قبضے میں جا چکا ہے۔

سوال: امریکی سینٹ کے ایک وفد نے ہمارے آرمی چیف سے ملاقات کی ہے۔ اس حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

رضاء الحق: اس ملاقات کی بہت زیادہ تفصیلات سامنے نہیں آسکیں اس لیے ہم اس پر کوئی تفصیلی تجزیہ پیش نہیں کر سکتے البتہ میں ایک چیز بتا دیتا ہوں کہ امریکہ کی سینٹ کام مشرق وسطیٰ، ایران اور افغانستان کے لیے کمانڈ ہے جبکہ پاک بھارت اور چین وغیرہ جیسے علاقوں کے لیے ان کی انڈو پیسیفک کمانڈ ہے۔ اگر سینٹ کام یہاں آ کر بات کرتی ہے تو وہ افغانستان کے حوالے سے بات کر رہی ہوتی ہے۔ انڈیا کے وہاں پر اپنے مفادات ہیں، اس لیے تو ٹرمپ کے اس اعلان پر وہ خوشی منا رہا ہے۔ افغان حکومت اور ہمارا سیکولر طبقہ بھی بہت خوشی منا رہا ہے۔ دراصل وہ چاہتے ہیں کہ امریکہ کو یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔

ایوب بیگ مرزا: سینٹ کام عسکری لحاظ سے سٹیٹ کا بہت ہی اہم حصہ ہے اور انہی کی رپورٹوں اور مشوروں پر پینٹا گون میں پالیسیاں بنتی ہیں۔ جبکہ پینٹا گون ملٹری کا مرکز ہے اور تمام کمانڈز اسی کو اپنی رپورٹ دیتی ہیں اور اس کی بنیاد پر پینٹا گون میں سارے فیصلے ہوتے ہیں۔ اللہ ہمارے لوگوں کو ہدایت دے کہ وہ امریکیوں کی چالوں کو سمجھیں۔ پہلی طے شدہ بات تو یہ ہے کہ اس وقت جو بھی مشورہ امریکہ کی طرف سے آئے گا وہ پاکستان کے لیے مفید ہوگا اور نہ ہی امت مسلمہ کے لیے فائدہ مند ہوگا۔ وہ تو ہمیں کسی نہ کسی طرح جکڑ بندی میں لانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر پاکستان ایک مقروض ملک ہے جو دوسروں کا محتاج ہے بلکہ ہر وقت کشکول ہمارے ہاتھ میں رہتا ہے اور جس کے ہاتھ میں کشکول ہو اس کی کوئی اپنی

> اگلے سال امریکہ میں الیکشن ہو رہے ہیں اس لیے ٹرمپ نے فیس سیونگ کے لیے کہا کہ مذاکرات میں نے ختم کیے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہم کیمپ ڈیوڈ نہیں جائیں گے۔

پالیسی تو نہیں ہوتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ وہ افغانستان میں مذاکرات منسوخ کرنا چاہتے تھے اس لیے آئندہ کے لائحہ عمل کے لیے پاکستان کو اعتماد میں لینے کے لیے وہ آئے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اب پاکستان کے بس میں نہیں ہے کہ وہ افغان طالبان کو کسی ایسے معاملے میں قائل کر سکے جو ان کی جنگی حکمت عملی کے خلاف ہو۔ میری نظر میں اس ملاقات کا پاک بھارت کشیدگی سے بڑا گہرا تعلق ہے کیونکہ مذاکرات کے معطل ہونے میں پاکستان کو بہت سیٹ بیک آیا ہے اور انڈیا اس پر چھلانگیں لگا رہا ہے۔ کیونکہ اگر امریکہ طالبان مذاکرات کامیاب ہو جاتے اور افغانستان میں طالبان کی حکومت بن جاتی تو پاکستان کو مغربی بارڈر پر فوج رکھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور ساری افواج کو مشرقی بارڈر پر لا کر بھارت کو سبق سکھانے میں آسانی رہتی مگر اب میرا خیال ہے کہ دونوں اطراف جنگ میں تیزی آئے گی۔ اس میں پاکستان کے لیے خطرات بڑھ گئے ہیں۔ اللہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے لیکن اس صورت حال میں پاکستان پر مزید دباؤ بڑھے گا جبکہ انڈیا پر دباؤ کم ہوگا۔ دوسری طرف اسرائیل میں انتخابات ہونے جا رہے ہیں اور نیتن یاہو نے کہہ دیا ہے کہ اگر میں دوبارہ اقتدار میں آ گیا تو مغربی کنارے اور اردن کے مقبوضہ حصے کو اسرائیل میں ضم کر دوں گا۔ یہ بالکل اسی طرح کا بیان ہے جس طرح مودی نے الیکشن سے قبل کہا تھا کہ میں جیت گیا تو کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کر کے اسے بھارت میں ضم کر دوں گا۔ مودی نے تو وہ کر دیا اور اب نیتن یاہو بھی وہی کرنے جا رہا ہے۔ لیکن امت مسلمہ غفلت کا شکار ہے اور جاگنے کا نام نہیں لے رہی۔ امت مسلمہ کی حالت یہ ہے کہ پاکستان نے او آئی سی سے ایک مہینہ لگا کر یہ بیان دلوایا ہے کہ انڈیا کشمیر میں غلط کر رہا ہے۔ حالانکہ او آئی سی کا یہ فرض تھا کہ وہ اس پر آواز اٹھاتے۔ انڈیا کے سامنے تو پاکستان ایک قوت ہے لیکن نیتن یاہو کے مقابلے میں کوئی نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کی جائے گی۔ اس پر افسوس کیا جا سکتا ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔

سوال: ایک طرف افغان طالبان سے مذاکرات منسوخ کرنا اور دوسری طرف طالبان کے حوالے سے سخت مؤقف رکھنے والے جان بولٹن کو برطرف کرنا کیا ٹرمپ کی طرف سے یہ متضاد سگنلز نہیں ہیں؟

رضاء الحق: دنیا کے حالات کو سامنے رکھیں تو اس وقت دنیا کو دو جہتوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس وقت دنیا کے ممالک کو ان کے حکمران نہیں چلاتے بلکہ ان کو بتایا جاتا ہے کہ تم نے کیا کرنا ہے۔ امریکہ کے اندر بھی اس وقت ہارڈ لائنر ہیں۔ ان میں ایک Evangelists ہیں جو دنیا کو مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں۔ ان کے ساتھ یہودی بھی شامل ہیں۔ کانگریس ساری ان کے پاس ہے اور پھر وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ کا داماد بھی یہودی ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں ورلڈ آرڈر انہی لوگوں کا چل رہا ہے۔ یہ مذہبی انتہا پسند ہیں اور گریٹر اسرائیل کے مشن کو آگے لے کے چلنا چاہتے ہیں۔ دوسرے نیو کانز ہیں جو امریکہ کو ہمیشہ کے لیے سپر پاور دیکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے جنگ وجدل کا راستہ تجویز کرتے ہیں۔ ٹرمپ نے کہا کہ مجھے جان بولٹن کی بہت ساری باتوں سے اختلاف ہے۔ لہٰذا اس کو نکال دیا جبکہ مائک پومپیو اور مائک پینس کو وہ نہیں نکالتے کیونکہ یہ Evangelists ہیں اور وہ اپنے تئیں پوری کوشش کر رہے ہیں کہ اس پورے مشن کو لے کر آگے چلتے جائیں جو ان کے مسایاح کے آنے سے پہلے انہوں نے مکمل کرنا ہے۔ ستمبر 2019ء کے فلاڈلفیا ٹرمپٹ میگزین کا ٹائٹل Capture The Vision: کے عنوان سے ہے۔ اس کے ساتھ انہوں نے یروشلم اور ٹیمپل ماؤنٹ کی پوری تصویر دکھائی ہے۔ یہ پورے کا پورا میگزین اس چیز کے اوپر فوکس کر رہا ہے کہ وہاں پر اب ایک نیا دور

شروع ہونے لگا ہے جس میں یہودیت دوبارہ اپنے عروج کی طرف جائے گی۔ آج کل وہ اسی کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ جہاں تک مذاکرات کی منسوخی کا سوال ہے تو امریکہ اور اسرائیل کا مذہبی ایلیمنٹ ایک چیز کو بہت زیادہ جانتا ہے کہ آخری زمانے بالخصوص دورِ فتن اور ملاحم کے دور کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی احادیث میں دو جگہوں کو خاص طور پر فوکس کیا گیا ہے۔ ایک مشرق وسطیٰ اور دوسرا وہ علاقہ جسے خراسان کہا جاتا تھا اور آج کل وہ افغانستان اور اس کے آس پاس کے علاقے ہیں۔ اس حوالے سے مستقبل کے چیلنج کو سمجھتے ہوئے انہوں نے ریسرچ کے لیے CIA اور موساد میں باقاعدہ ڈیسکس بنائے ہوئے ہیں۔ گویا وہ اپنے طور پر مکمل تیاری کر رہے ہیں مگر ہوگا وہی جو اللہ چاہے گا۔ البتہ اس پورے علاقے میں افغان طالبان کو بھی یہ بات نظر آ رہی ہے کہ جنگ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں رہا، لہٰذا مذاکرات اب نہیں ہو سکتے۔

ایوب بیگ مرزا: میں جان بولٹن کی برطرفی کو ایک دوسرے رنگ میں دیکھتا ہوں۔ جان بولٹن کو اس لیے برطرف کیا گیا ہے تاکہ افغان طالبان کو پیغام دیا جائے کہ مذاکرات اب بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جان بولٹن طالبان کے بارے میں انتہائی سخت موقف رکھتا تھا۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ مذاکرات کا جال ایک بار پھر بچھایا جائے اور اب اگر مذاکرات ہوئے تو کامیابی کی طرف بھی جا سکتے ہیں۔ لیکن اصل شے معاہدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کا نفاذ ہوتا ہے۔ ممکن ہے کوئی معاہدہ طے پا جائے لیکن جب معاہدے کا نفاذ ہو گا تو امریکہ اس وقت پھر کوئی فریب دکھائے گا۔ کیونکہ دھوکہ اور فریب امریکیوں کی سرشت میں شامل ہے۔ یقیناً طالبان بھی پہلے سے زیادہ محتاط ہوں گے اور شرائط بھی پہلے سے زیادہ سخت ہوں گی۔ کیونکہ احمق امریکی نہیں جانتے ہیں کہ افغانیوں کو جنگ کی طوالت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جنگ تو ان کے جینز میں شامل ہے۔ افغان بچے کے پاس روٹی ہو نہ ہو بندوق ضرور ہوتی ہے۔

سوال: کیا امریکہ طالبان مذاکرات کے تعطل میں بھارت کا کوئی رول ہو سکتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ان مذاکرات کے تعطل میں انڈیا کا ذرہ برابر بھی رول نہیں ہے۔ خاص طور پر جب بھارت نے امریکہ کے کہنے پر اپنے فوجی افغانستان بھیجنے سے انکار کر دیا تھا تو امریکہ بالکل انڈیا سے مایوس ہو گیا تھا۔ کیونکہ اگر وہ کوئی فوجی نہیں بھیجتا تو امریکہ کو بھارت کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ جب انڈیا کو یہ آفر ہوئی تھی تو میں نے کہا تھا کہ ہندو بنیا ہے، بزدل ہے، پیسے کا لالچی ہے لیکن اتنا بیوقوف نہیں ہے کہ وہ وہاں پر فوج بھیجے گا۔ جب انڈیا کو وہاں سے امریکہ نے نکال باہر پھینکا تھا تو بھارتی میڈیا نے بہت شور مچایا تھا۔ لیکن اب مذاکرات کا معطل ہونا انڈیا کے حق میں چلا گیا ہے۔ یعنی اس کا رول نہ ہونے کے باوجود اس کے حق میں بات چلی گئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابلیسی اتحاد ثلاثہ (امریکہ، اسرائیل اور انڈیا) ایک دوسرے کی چھوٹی موٹی بات کو بالکل محسوس نہیں کرتے۔

سوال: اس وقت امریکہ کے یہاں کیا مفادات ہیں؟

رضاء الحق: مختلف مفادات ہیں۔ تجارتی مفادات بھی ہیں کیونکہ اس خطے میں تیل، منرلز وغیرہ کے ذخائر بھی موجود ہیں لیکن ابھی تک ان کے سارے کنٹریکٹ چین کے پاس ہیں امریکہ ابھی تک ان چیزوں کو نہیں حاصل کر سکا۔ امریکہ نے نائن الیون کے بعد 48 ممالک کے ہمراہ افغانستان پر حملہ کر کے افغان طالبان کی حکومت کو ختم کیا

> احمق امریکی نہیں جانتے ہیں کہ افغانیوں کو جنگ کی طوالت سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ افغان بچے کے پاس روٹی ہو نہ ہو گن ضرور ہوتی ہے۔

اور وہاں ایک کٹھ پتلی حکومت بٹھا دی۔ لیکن امریکہ اس کے بعد سے اب تک کابل سے باہر نکل نہیں سکا۔ وہیں پر پھنس گیا۔ جبکہ نیٹو کی دیگر افواج واپس چلی گئیں۔ ملا عمر نے بالکل درست کہا تھا کہ افغانستان عالمی طاقتوں کے لیے دلدل اور قبرستان ثابت ہوگا۔ امریکہ چاہتا تھا کہ سنٹرل ایشیا سے مختلف قسم کی معدنیات حاصل کی جائیں اور وہ یہ بھی چاہتا تھا کہ اس خطے میں انڈیا کو پولیس مین کا رول دیا جائے تاکہ ''چائنہ گھیراؤ'' پالیسی پر عمل درآمد کے ساتھ ساتھ پاکستان پر بھی نظر رکھی جا سکے۔ بالخصوص پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام کو کسی نہ کسی طریقے سے غیر موثر کیا جا سکے۔ کیونکہ گریٹر اسرائیل کے منصوبہ ساز یہ دیکھتے ہیں کہ کون سا ملک مستقبل میں ان کے لیے خطرہ بن سکتا ہے۔

ایوب بیگ مرزا: امریکہ کا یہاں آنے اور پھر جم کر بیٹھ جانے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ چین اور روس اس علاقے کے معدنی ذخائر سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ افغانستان کے بارے میں یہ اطلاعات ہیں کہ دنیا کی تمام دھاتیں وہاں موجود ہیں لہٰذا آج کے دور میں ایسی دولت کو کون چھوڑتا ہے۔ پھر وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ امارت اسلامیہ کا معاملہ جب بھی اٹھے گا تو یہیں سے ہی اٹھے گا لہٰذا یہاں موجود رہ کر اس خطرے کو بھی ٹالنا چاہتے ہیں۔

سوال: افغان طالبان کی طرف سے امن مذاکرات کے ساتھ ساتھ جہاد جاری رکھنے کی پالیسی کی کیا حکمت ہے؟

ایوب بیگ مرزا: موجودہ دور کی جنگی چالوں کو اگر کوئی شخص ذرا سا بھی جانتا ہو تو وہ یہی کہے گا کہ افغان طالبان کو یہ جنگ جاری رکھنی چاہیے تھی۔ وگرنہ امریکی ایک طرف ان کو مذاکرات میں الجھائے رکھتے اور دوسری طرف وہ تمام کارروائیاں کرتے جن سے افغان طالبان کو شدید نقصان پہنچتا۔

سوال: اگر سیز فائر ہو جاتا اور مذاکرات اس کے بعد ہوتے تو کیا پھر بھی امریکہ دھوکا دیتا؟

ایوب بیگ مرزا: میں سمجھتا ہوں کہ طالبان آئندہ بھی یہ شرط کبھی تسلیم نہیں کریں گے کہ وہ سیز فائر کریں اور ساتھ مذاکرات کریں۔ کیونکہ یہ شرط عسکری لحاظ سے ان کی موت ثابت ہوگی۔ یہ عسکری جدوجہد بھی ساتھ جاری رکھیں اور اینٹ کا جواب پتھر سے دیتے رہیں۔ البتہ جب مکمل طور پر معاہدہ طے پا جائے اور امریکہ یہاں سے نکلنے کا وقت دے دے تو پھر سیز فائر کا سوچا جا سکتا ہے۔ طالبان کا سب سے بڑا مطالبہ ہی یہ ہے کہ جب تک آخری امریکی فوجی یہاں سے نکل نہیں جاتا اس وقت تک معاہدہ نہیں ہو سکتا۔ انہیں پتا ہے کہ جب امریکہ یہاں سے نکل جائے گا تو افغان حکومت محض کاغذ کی کشتی ثابت ہوگی۔ اس میں مسلمانان پاکستان اور بالخصوص حکمران قیادت (سیاسی اور عسکری) کے لیے بہت بڑا سبق ہے کہ سپریم پاور آف دی ورلڈ امریکہ کس طرح دنیا کے پسماندہ لوگوں کے پاؤں میں گرا ہے۔ اس لیے کہ افغان طالبان نے اللہ پر بھروسا کیا۔ انہوں نے ساری جنگ زمینی حقائق کے برعکس محض اللہ کے بھروسے پر لڑی۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ کی برکت ہے۔ ہم بھی اگر سب سے بڑھ کر اللہ پر بھروسا کریں تو ہم افغان طالبان سے بھی بڑھ کر دنیا کے لیے مثال بن سکتے ہیں۔ اللہ پر بھروسا کے لیے ہمیں سود، بے حیائی، فحاشی وغیرہ جیسے اللہ کی نافرمانی والے کام چھوڑنے پڑیں گے۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

شیرازہ ہوا ملتِ مرحوم کا ابتر

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

مودی کی کرفیو اور لاک ڈاؤن پالیسی کا چالیسواں ہوگیا۔ پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ۔ کرفیو اٹھانے سے بھی یوں خوفزدہ ہیں کہ پریشر ککر پھٹنے کا اندیشہ ہے۔ اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل نے بالآخر مقبوضہ کشمیر میں بھارتی حکومت کی حقوق انسانی کی سنگین خلاف ورزیوں کا نوٹس لے لیا۔ 58 ممالک کی جانب سے مشترکہ اعلامیہ جاری ہوا۔ اگرچہ مودی کے کان پر جوں رینگنے کا بھی امکان نہیں۔ بھارت پوری ڈھٹائی سے جا بجا مودی کی مورتی سجا کر پوجا پاٹ کر رہا ہے۔ دنیا بھر کے احتجاج کے آگے بھی وہ پتھر کا بے حس بت بنا، اپنے چرنوں میں کشمیری خون کے چڑھاوے وصول کر رہا ہے۔ بھگوان کا اوتار قرار دیا گیا مودی، تمام تر دہشت گردانہ، انتہا پسندانہ کارروائیوں کے باوجود، عالمی ضمیر کا بھیانک ایکسرے ہے۔ ذرا ٹرمپ سے ملاقات پر مودی، ٹرمپ کی تصویر میں دونوں کی بدن بولی ملاحظہ کیجیے۔ دونوں کے چہروں پر بھیانک ڈریکولائی قہقہہ نما مسکراہٹ عالمی قاتلوں کے راز ہائے درون خانہ طشت ازبام کر رہی ہے۔ مقبول بٹ نے پھانسی سے پہلے کہا تھا: ''میری بے بسی پر مت مسکراؤ، تم اپنی خیر مناؤ کہ ظلم کی سیاہ رات جا رہی ہے''۔ اگرچہ ابھی تکمیل پاکستان کی منزل نہیں آئی۔ (جس میں ہماری کمزوریوں، ہچکچاہٹوں، مشرفی روگردانیوں کا حصہ کم نہیں)۔ ایسی منزل سر ہونے سے پہلے خون صد ہزار انجم کا مطالبہ رکھتی ہے!

حالات عالمی سطح پر جس نہج پر جا رہے ہیں، وہ خواہ مودی ہو، نتین یاہو یا برمی قصاب یا بشار الاسد اور روس شام میں، دنیا دجالیت کی مکمل گرفت میں ہے۔ اس دور میں ملحمۃ الکبریٰ کی بنیاد جنگِ خلیج میں رکھ دی گئی تھی۔ امریکہ نیٹو کی فوجیں خلیج میں اتار کر انہی ممالک کی گردن دبوچ کر مسلمانوں کے پیسے پر اپنی فوجیں پلوائیں۔ اپنی فیکٹریوں کا اسلحہ انہیں بیچ بیچ کر خطے میں ہولناک جنگ کے لیے ہمہ نوع ہتھیاروں کے انبار لگائے۔ بحری ناکہ بندی، سیاسی خرید و فروخت، بلیک میلنگ، باہم انتشار و افتراق کے بیج بوئے۔ خاشقجی کے قتل کے ذریعے حکمران اپنی جیب میں ڈال لیے۔ سر اٹھانے کی کوشش کریں تو آڈیو، ویڈیو جاری ہو جائے۔ اس چھوٹے سے گلوب پر کتنا بڑا فتور ان دجالچوں نے مچا رکھا ہے۔

اس وقت دنیا میں تین فریق ہیں۔ عالمی جنگیں لڑنے والے دنیا کے چودھری جن کا ہدف ہر خطے کے مسلمان ہیں۔ یک جا، یک زبان۔ انہیں آپ جی ایٹ کہہ لیں۔ دنیائے کفر کے تمام سرخیل شامل کر لیں، بھارت، آسٹریلیا، چین سمیت۔ دوسرا فریق برسرپیکار مسلمان ہیں، کشمیر، فلسطین، افغانستان، شام، غرض کہ گلوب جا بجا خونِ مسلم سے رنگین ہے۔ ہر مسلمان ملک، فرد، گروہ جو مزاحمت کرے وہ دہشت گرد کہلاتا ہے۔ اگر اس کا تعلق مدارس سے ہو تو طالبان کہلائے گا۔ دنیاوی تعلیم کے باوجود مزاحمت کرے گا تو القاعدہ ہوگا، انتہا پسند، دہشت گرد ٹھہرایا جائے گا۔ بھارتی وحشی بی جے پی جو ''جے سری رام'' نہ کہنے پر بے دریغ مسلمان قتل کرتے یا کم از کم تشدد کے مرتکب ہوتے ہیں، جو گائے ذبح کرنے کے (ثبوت نہیں) الزام پر مسلمانوں کا ذبیحہ برحق گردانتے، بستیاں جلا سکتے ہیں، وہ عالمی میڈیا میں کہیں دہشت گرد نہیں کہلاتے۔ انتہا پسندی کا دھبہ ان پر نہیں لگتا۔ درندگی، وحشت بے لگام ہو اور وہ کشمیری لڑکیوں کے لیے بدترین عزائم کا اظہار کر دیں، دنیا کے ماتھے پر بل نہیں آتا۔ امریکہ، یورپ سے آر ایس ایس، بی جے پی کو بڑی رقوم مہیا کرنے والے انتہا پسند ہندو ''دہشت گردوں کے سہولت کار'' نہیں بنتے۔ ہر نئی فہرست عالمی دہشت گردوں کی جو جاری ہوتی ہے، سب نام مسلمانوں کے ہوتے ہیں! سو یہ ملتِ واحدہ کفر بمقابلہ اسلام ہے ڈنکے کی چوٹ۔

شام کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ 5 لاکھ شہداء، صرف ترکی میں مہاجر 36 لاکھ شامی، اور پوری دنیا میں بکھیرے گئے اصلا ایک کروڑ 30 لاکھ شامی ہیں۔ عالمی میڈیا، بڑی طاقتوں کے بشار الاسد اور ہمنواؤں کے ذریعے مسلمانوں کی لاشوں کے انبار سجانے کی اس جنگ پر کیا کر رہا ہے؟ اقوام متحدہ کبھی کبھار گونگلوؤں سے مٹی جھاڑتا ہے۔ مگر چنگیز خان اور ہلاکو کی ہڈیاں بھی جس قہر انگیزی پر سلگ اٹھیں ترقی یافتہ جدید دنیا اس پر خاموش ہے! سارے حملے ہسپتالوں سکولوں پر ہوتے ہیں، جو جنگی جرم ہے۔ مگر مسلمان مارے جائیں تو جائز ہے۔ باب الفتن کی احادیث شام قدس، خراسان اور غزوۂ ہند بابت جو بیان کر رہی ہیں وہ سب رواں دواں ہے! قدس کے نواح (شام کا پورا علاقہ) میں جنگوں پر چالیس صحابہؓ کے برابر اجر کی بشارتیں بلاسبب تو نہیں!

ایسے ناداں بھی نہ تھے جاں سے گزرنے والے
ناصحو، پند گرو، راہ گزر تو دیکھو!

سو یہ دو فریق واضح ہیں۔ تیسرا فریق تماشائی ہے۔ جو اگر مسلمان ہے اور خدانخواستہ کفر کا ہمنوا اتحادی بھی، تو قرآن، حدیث، تاریخ کی رو سے نفاق کا مریض ہے، چیک اپ کروائے۔ اب تو غربِ اردن پر نتین یاہو نے (مودی کی دیکھا دیکھی) انتخابی تقریر میں قبضہ کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔ مغربی جمہوریت کا دیو استبداد مسلم علاقوں پر قبضے کے دعوؤں کے ساتھ جلوہ افروز ہوتا ہے۔ عالمِ اسلام کہاں ہے؟ مسلم عوام حکمرانوں کے بے اعتنائی، بے حسی، بے بسی کے رویوں پر شدید بے زار ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ہمارے اسلامی فوجی اتحاد کے پاس شام، یمن، روہنگیا، کسی مسلمان کے لیے کوئی دوا نہ تھی؟ حد تو یہ ہے کہ اب اس فوجی اتحاد کے پاکستانی سربراہ نے عالمی برادری سے مقبوضہ کشمیر کے مسلمانوں پر بھارتی مظالم کے خلاف اقدامات کی اپیل کی ہے!

اس دوران امریکہ طالبان مذاکرات یکا یک ٹوٹ گئے۔ ایک ہزار ارب ڈالر کے اخراجات اور امریکی پرچم میں لپٹے قطار اندر قطار تابوتوں سے تنگ آ کر ٹرمپ نے مذاکرات کا ڈول ڈالا تھا۔ طالبان کی ثابت قدمی اپنے تمام مواقف منواتی چلی گئی۔ برسرزمین کارروائیاں بھی بلاتعطل جاری رہیں۔ آخری مرتبہ امریکی فوجی کا تابوت وصول کرتے پومپیو سیکرٹری خارجہ، دایاں ہاتھ (بجا طور پر) دل پر رکھے کھڑا تھا۔ اس کے بعد تھوک نگلتے ہوئے یہ کہا کہ، مذاکرات دوبارہ بحال ہو سکتے ہیں، اب بھی امن معاہدے میں دلچسپی ہے۔ فوجی انخلاء کا منصوبہ ختم نہیں کیا۔ تاہم پھر اچانک...... چراغوں میں روشنی نہ رہی۔ شاید (پوشیدہ) دجال نے اجازت نہ دی اور غیر متوقع طور پر مذاکرات ختم کر دیئے گئے۔ (اگر حضرت تمیم داریؓ، دجال سے ملاقات کر سکتے تھے تو آج......؟) ہم تو ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ خراسان کی کہانی سے امریکہ مکمل انخلاء نہیں کر سکتا! رہے طالبان تو ان کا جواب، ردعمل قرآنی ہے: ''ہمارے پاس قابض افواج کے انخلاء کے لیے دو آپشنز تھے، جہاد یا مذاکرات۔ سو ہمیں فرق نہیں پڑتا''۔ یعنی احدی الحسنیین...... دو بھلائیوں میں سے ایک

بھلائی۔ جہاد سے فتح یا شہادت، یا مذاکرات سے فتح! جو ہونے کے امکانات واضح ہوئے تو امریکہ نے جھلاّ کر مذاکرات کی میز الٹ دی! رہے نام اللہ کا! گر جیت گئے تو کیا کہنا، ہارے بھی تو بازی مات نہیں۔

امریکہ یا کہہ لیجئے ٹرمپ مخمصے میں ہے۔ انتخابات اور ووٹوں کا سوال ہے۔ اندرونی بحران، موسمیاتی تبدیلیوں کا گھمبیر سوال ہے، فائرنگ پورے امریکہ کے طول وعرض میں جان کی لاگو ہے۔ افیونی (opioid) منشیاتی مسائل، قوت کار اور افرادی قوت کو نگلے جا رہے ہیں۔ دسیوں ہزار امریکن تو سالانہ اس کے ہاتھوں مرتے ہیں۔ صنعتیں منہ تک رہی ہیں۔ غیر منشیاتی ورکر ملنا مشکل ہوا جا رہا ہے۔ ایک فیکٹری میں کام بڑھنے پر 35 کارکن بھرتی ہوئے۔ چند ہی ہفتوں میں چھٹیاں کرتے، کاہلی دکھاتے، کام میں غلطیاں کرتے، 3 ماہ کے اندر 24 نکل گئے یا نکال دیئے گئے! یہ اس دیگ کا ایک دانہ چکھ (کر تھوک دیں) دیکھیں! اسی لیے اب مشینوں اور روبوٹوں پر انحصار بڑھ رہا ہے۔ گود میں اولاد کی جگہ کتے۔ فیکٹری میں انسان کی جگہ روبوٹ۔ مغرب کی ترقی کے پہاڑے اور مسلمانوں کی عدم ترقی کے نوحے پڑھنے والوں کے لیے سوچ بچار کا مقام تو ہے!

کشمیر جہاد طلب ہوا جا رہا ہے، جس کا نام لینا بھی جان کو لالے ڈال دے گا! سو گھگھیائے کسمسائے پڑے ہیں۔ ریاست مدینہ کے نعرہ زنوں نے یہ ضرور کیا ہے کہ شراب نوشی عام کرنے کے لیے شراب کی تیاری پر ٹیکس ختم کر دیا ہے! اتنے مشکل حالات میں ''اک گونہ بے خودی مجھے دن رات چاہیے!'' عوام نچوڑ ٹیکسوں والی حکومت کی نظرِ عنایت ہوئی بھی تو شرابیوں کی فلاح پر؟ ادھر یو ای ٹی لاہور میں ایک انتہا پسندانہ حکم نامہ انتظامیہ نے جاری کر دیا تھا کہ ''طلبہ طالبات کینٹین پر اکٹھے نہیں بیٹھ سکتے۔ گورنر پنجاب نے فوری نوٹس لے کر اسے کالعدم قرار دیا تو پاکستان کی جان میں جان آئی۔ ترقی بحال ہوئی۔ FATF میں منہ کالا ہونے سے بچ گیا بال بال! اس دوران پولیس گردی نے انصافیوں کو بدنام کر دیا۔ اس کے فوری سدباب کے لیے ہر ایسی متنازعہ جگہ کیمرے والا فون لے جانے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ 9 ماہ میں 10 ہلاکتیں ان فونوں کی وجہ سے (رپورٹ) ہوگئیں۔ ایئر پورٹ پر حاجیوں کا زمزم کھونا وائرل ہو گیا۔ بہشتی دروازے پر وی آئی پیوں کی جنت میں رُکاوٹ بننے والے عام سے لوگوں پر لاٹھی چارج اپ لوڈ ہو گیا! آئندہ راوی چین لکھے گا۔ تسلی رکھیں!

❀❀❀

بقیہ: اداریہ

اور گہرا ہوگا جب ہم پاکستان میں عملی طور پر لا الٰہ الا اللہ کو قائم کریں گے۔ اگر ہم اس پہلو پر سوچیں، غور وفکر کریں تو ہمیں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بنیادی مقاصد بھی سمجھ میں آسکیں گے اور پھر جب ان مقاصد کو سمجھنے کے بعد ان کو پورا کرنے کی عملی جدوجہد ہماری زندگی کا مقصد بن جائے گی تو نہ صرف حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ہماری محبت اور عقیدت کے اصل تقاضے پورے ہوں گے بلکہ ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی، اللہ کی مدد اور نصرت بھی ہمیں حاصل ہوگی۔ جس کے بعد نہ صرف کشمیر پاکستان کا حصہ بنے گا بلکہ پاکستان بھی حقیقی معنوں میں مضبوط و مستحکم ہوگا۔ اس بات کا اعادہ اور تکرار ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ جس مقصد کے لیے ہم نے پاکستان حاصل کیا تھا وہ مقصد اگر پورا ہوگا تو قوم میں وحدت آئے گی اور یہ وحدت پاکستانی قوم کو تمام صوبائی، نسلی اور لسانی تعصبات سے نکال کر ایک بار پھر متحد و منظّم قوت بنا دے گی۔ اس لیے کہ اسلام پاکستان کے وجود کا واحد جواز ہے وگرنہ ایک ہزار میل کے جغرافیائی فصل کو نظر انداز کر کے مشرقی اور مغربی بازوؤں پر مشتمل ایک ملک کیسے وجود میں آسکتا تھا۔ بنگالیوں کی زبان الگ، بود وباش الگ، اُن کی تہذیب اور تمدن تو اہل کلکتہ سے ملتا جلتا تھا لیکن انہوں نے پٹھانوں، پنجابیوں، سندھیوں اور بلوچیوں سے الحاق کیا تو صرف اس لیے کہ ان سب کا مذہب ایک تھا۔ ان کے درمیان مذہب کی حیثیت وہی تھی جو اینٹوں کے درمیان سیمنٹ کی ہوتی ہے جب مذہب کا سیمنٹ ہم نے بیچ میں سے نکال دیا تو یہ اینٹیں کیسے اپنی جگہ پر قائم رہ سکتی تھیں۔ اسی غیر منطقی اور غیر فطری عمل نے مشرقی پاکستان کو بنگلہ دیش بنا دیا اور موجودہ پاکستان میں بھی اگر سندھو دیش کی باتیں ہو رہی ہیں تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم جوڑنے کے فطری عمل کی بجائے مصنوعی پیوند کاری کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسلام کسی پیوند کاری کا قائل نہیں، قرآن پاک میں اللہ رب العزت بندے کو پورے کا پورا اسلام میں داخل ہونے کا حکم دیتا ہے لہٰذا معاشرے اور ریاست کی سطح پر بھی جب مسلمان پورے کے پورے اسلام میں داخل ہو جائیں گے تو دنیا اور آخرت میں سرخرو ہوں گے۔ ان شاء اللہ!

پریس ریلیز 20 ستمبر 2019ء

سعودی آرامکو تنصیبات پر حملہ امریکہ کی منصوبہ بندی کا حصہ ہے

حافظ عاکف سعید

یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت مختلف طریقوں سے مسلمان ممالک کو آپس میں لڑانے کی سازش کرتے رہتے ہیں۔ کچھ مسلمان ممالک کو یہ اسلام دشمن طاقتیں براہِ راست حملہ کر کے تہس نہس کرنے کے درپے ہیں اور کچھ ممالک میں فرقہ واریت کے ذریعے فساد ڈلوا کر اپنے ناپاک عزائم کی تکمیل چاہتی ہیں۔ اس حملے کے بعد سعودی عرب اور ایران کے مابین کشیدگی بہت بڑھ چکی ہے۔ یہ ابلیسی اتحادِ ثلاثہ اس علاقے میں جنگ کے شعلے بھڑکانا چاہتا ہے تاکہ مسلمانوں کا زیادہ سے زیادہ نقصان ہو اور گریٹر اسرائیل کے قیام کے لیے راستہ ہموار ہو جائے۔ لہٰذا دشمن کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے مسلمان ممالک کا باہمی اتحاد اشد ضروری ہے۔

اُنھوں نے کے پی کے ضلع ہری پور کے ایجوکیشن آفیسر کی جانب سے سکول میں طالبات کے لیے عبایا لازمی قرار دینے کے نوٹیفکیشن کو صوبائی حکومت کی جانب سے منسوخ کرنے کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ اُنھوں نے کہا کہ ہمارے ملک میں چند مغرب زدہ این جی اوز اور سیکولر میڈیا کے طوفانِ بدتمیزی کے دباؤ میں صوبائی حکومت کا یہ اقدام نہایت قابل مذمت ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ان ہی این جی اوز اور سیکولر میڈیا نے موقع سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلامی شعائر کو تضحیک کا نشانہ بنایا۔ اُنھوں نے اِس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ مذہبی جماعتوں نے اسلام دشمن این جی اوز کی اِس یلغار کے خلاف ایجوکیشن آفیسر کی کوئی مدد نہ کی۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے حکمران اور سیکولر طبقہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے راستے میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ ملک میں این جی اوز اور سیکولرز کی اسلامی شعائر کی تضحیک کو روکنے کے لیے دینی و مذہبی جماعتوں کا اتحاد بنایا جائے جس کا اصل ہدف یہ ہو کہ وہ پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے پوری قوت سے میدان میں نکلے اور ایک بھرپور عوامی تحریک کے ذریعے اُن تمام رکاوٹوں کو دور کرے جو دین متین کے قیام کے راستے میں حائل ہیں۔ اگر خلوص ہوا تو اللہ کی نصرت یقیناً ہمارے شاملِ حال ہوگی۔ ان شاء اللہ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت، تنظیم اسلامی)

دعوتِ دین: ایک صبر آزما ذمہ داری

ابوکلیم نبی محسن

دعوت دین ایک بنیادی فریضہ ہے۔ اس فریضے کو سرانجام دینے کے لیے انبیاء کرام نے اپنی زندگیاں کھپائی ہیں۔ سورۂ شوریٰ میں جہاں پانچ اولوالعزم رسولوں کا ذکر ہے وہاں اُن کا حکم دیا گیا ہے کہ ''دین کو قائم کرو اور اختلاف نہ ڈالو اُس میں''، ہماری دعوت کا ہدف بھی اقامت دین ہونا چاہیے جیسا کہ اس سورۂ مبارکہ میں حضور ﷺ کو حکم ہے جس میں عمومی طور پر آپ ﷺ کی اُمت بھی شامل ہے۔ سورۂ شوریٰ رکوع نمبر 3 میں فرمایا گیا ہے: ''تو (اے نبی) آپ اسی (اقامت دین) کی دعوت دیتے رہیے اور جمے رہیے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کیجیے اور آپ کہہ دیجیے کہ میں تو اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہے اور مجھے حکم ہوا کہ میں تمہارے درمیان عدل قائم کروں۔''

سورۂ حج آیت نمبر 75 میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ''اللہ چھانٹ لیتا ہے فرشتوں میں سے پیغام پہنچانے والے اور انسانوں میں سے۔'' جب یہ انبیاء کرام کا کام ہے تو کتنا اعلیٰ وارفع ہوگا۔ اس لیے ہمیں اس کام میں اپنا وقت لگانا چاہیے اور آج ضرورت بھی اس کام کی ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

لیکن مجھے افسوس سے لکھنا پڑتا ہے کہ آج اس فریضے سے ہم فرار کی راہیں ڈھونڈ رہے ہیں اور اس فرار کی اصل وجہ حب دنیا یعنی دنیا کی محبت ہے۔ سورۃ الکھف میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے، فرمایا: ''ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی زینت ہے تا کہ لوگوں کو جانچے کہ ان میں کون اچھا عمل کرتا ہے'' دنیا کی چیزیں انسانوں کو اپنی طرف کھینچتی ہیں ''اُدھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانا آتا ہے'' یہ زینت و آرائش انسان کے امتحان کے لیے ہے کہ وہ ان آرائشوں اور زیبائشوں کی طرف توجہ کرتا ہے یا ہماری طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ان چیزوں کو مطلوب ومقصود بناتا ہے یا ہمیں مطلوب ومقصود بناتا ہے۔ (یہ دنیا دارالامتحان ہے) اس کام کے لیے بہت بڑے صبر اور حوصلے کی ضرورت ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء کرام کے واقعات ذکر کرنے میں حکمت بھی یہی ہے کہ اس راہ میں اُنہوں نے کتنی تکالیف اُٹھائیں ہیں۔ یخ بستہ راتوں کو بے آرام کیا، اپنا تن من دھن یعنی سب کچھ دعوت دین میں لگایا۔ گالیوں کے جواب میں دعائیں دی۔ ہر قسم کے تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کیے۔ اس کام کے لیے اُن کے حوصلے اتنے بلند تھے کہ کسی بھی قسم کی تکلیف اُن کے راستے میں رکاوٹ نہیں بنی۔ یہی وجہ ہے کہ جب مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کو دنیاوی لالچ دیا کہ آپ ﷺ اپنے مشن سے دست بردار ہو جائے تو آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب سے فرمایا ''اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی میں اس کام کو کرتا رہوں گا۔''

ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ جب ہم کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے دو تین دفعہ جاتے ہیں اور اس سے ملاقات میں وہ ہماری خاطر داری نہیں کرتے ہیں تو ہم مایوس ہو جاتے ہیں اور پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ہمارے قدم اُن کی طرف بڑھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب کچھ ہم اپنی ذات کے لیے کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے نہیں کرتے ہیں۔

روز قیامت بہت سے انبیاء کرامؑ ایسے بھی ہوں گے کہ اُن کے ساتھ ایک اُمتی بھی نہیں ہوگا۔ یہ ہمارا ایمان ہے کہ انبیاء کرامؑ تو کامیاب ہوگئے لیکن اُن کی قومیں نا کام ہوگئیں۔ اس لیے کہ اُنہوں نے انبیاء کرام پر ایمان نہیں لایا اور اُن کی بات نہیں مانی۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''میں اُن لوگوں سے بھی پوچھوں گا جن کی طرف پیغمبر معبوث کیے گئے تھے اور ضرور پیغمبروں سے بھی پوچھوں گا۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس دعوت کام کیا، قرآن میں اس کا تذکرہ موجود ہے، تا کہ ہم ہمت نہ ہارے اور اس کام میں لگے رہیں، لیکن آپؑ پر ایمان لانے والے زیادہ سے زیادہ 80 افراد تھے۔ اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام پر اُن کی قوم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لے آیا لیکن اس کے باوجود بھی آپؑ مسلسل دعوت پیش کرتے رہے، اس لیے کہ اپنا فرض نبھانا ہے، کوئی سنتا ہے یا نہیں سنتا ہے، یہ چیزیں پیش نظر نہیں ہونی چاہیے۔ تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے ہمارے دلوں میں درد ہونا چاہیے کہ ہم اُن کو انتہائی خلوص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائے۔ کیا ہمارے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے لیے وہ درد موجود ہے جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کے دل میں تھا؟ آپ ﷺ کو ہر وقت یہی فکر دامن گیر ہوتی کہ مخلوقِ خدا ہدایت پر آجائے۔ اُن کے لیے آپ ﷺ ہر وقت پریشان رہتے۔ قرآن کریم میں آپ ﷺ کو بار بار تسلی دی گئی ہے کہ اے نبی! آپ ﷺ کا کام لوگوں کو میرا پیغام پہنچانا ہے، منوانا نہیں۔ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے جس کو چاہتا ہے، ہدایت دے دیتا ہے۔

دعوت دین کے لیے انتہائی عزم اور حوصلہ کی ضرورت ہے۔ آج کے دور میں صحیح اسلامی فکر عوام کے سامنے پیش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن یہی جنت کا راستہ ہے اور جنت کا راستہ کانٹوں سے بھرا ہوتا ہے۔ اس دعوت کے کام میں ہمیں جو تکالیف پہنچتی ہیں یا پہنچائی جاتی ہیں، اس سلسلے میں صحابہ کرامؓ کی زندگیاں ہمارے لیے مینارِ نور کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے منہ سے نکلا ہوا ''احد احد'' ہم بھلا سکتے ہیں۔ انگارے ان کے پیٹھ کی چربی سے بجھتے، یہ ایک ناقابل برداشت عمل ہے۔

حضرت یاسرؓ اور سمیہؓ پر اس دین کے لیے جو کچھ بیتا، اِن تکالیف کو یاد کرنے سے کیا انسان ہوش وحواس قائم رکھ سکتا ہے؟

اس راہ میں جو سب پہ گزرتی ہے وہ گزری
تنہا پس زنداں کبھی رسوا سر بازار

ہمارے ساتھ ایک مسئلہ اور بھی ہے کہ ہم ہر وقت تعریف سننا پسند کرتے ہیں اور تنقید کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں۔ کیا ہم انبیاء کرامؑ سے بڑھ کر دعوت پیش کر سکتے ہیں؟ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ''میں عرب کا فصیح ترین انسان ہوں''، لیکن ان سب کچھ کے باوجود بھی لوگ آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائے۔

اگر کبھی تقریر کرنے کے بعد تنقید آتی ہے تو اس کے لیے سینہ کشادہ رکھنا چاہیے۔ حق کہنے کے بعد تنقید ضرور ہوتی ہے۔ لیکن ہم اگر یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں تو اس کا بدلہ اللہ ضرور دے گا، لیکن اس کام کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ ہمیں اپنے من کو مارنا ہوگا اور اپنوں کی ناراضگی مول لینا پڑے گی۔ ع

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

آپؐ کا فرمان ہے: ’’میری مثال ایسی ہے کہ تم لوگ آگ کے آلاؤ میں گر رہے ہو اور میں تمہارے کپڑے پکڑ پکڑ کر تمہیں اس میں گرنے سے بچا رہا ہوں۔‘‘ یہ ہے مخلوقِ خدا کے ساتھ ہمدردی! کیا اس سے بھی بڑھ کر کوئی خدمت ہو سکتی ہے کہ انسان جہنم کا پکوڑا بن رہا ہے اور اس کو جہنم کی آگ سے بچایا جائے۔ آج انسانیت جہنم کی طرف بڑھ رہی ہے، اُن کی فکر کرنی چاہیے۔ اور اُن کو اللہ تعالیٰ کا دین پہنچانا چاہیے۔ اس کے بغیر ’’شہادت علی الناس‘‘ کا حق بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

بدقسمتی سے آج ہم اس فریضے یعنی شہادت علی الناس‘‘ سے منہ موڑ رہے ہیں۔ ہم غفلت شعار قوم بن چکے ہیں اور سب سے بڑھ کر غفلت ہم اللہ تعالیٰ کے دین سے کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا دین پامال ہے، ہر طرف کفر ہے، فحاشی و عریانی ہے، سود پر مبنی نظام ہے اور ہم اپنے دھندوں میں مصروف ہیں۔ ہمارے ماتھے پر بل نہیں آتا۔ اس سے بڑھ کر اور بھی کوئی جرم ہو سکتا ہے؟

میں نے تو اُستادِ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے یہ بات کئی دفعہ سُنی ہے کہ اگر اسلامی نظام نافذ نہیں ہے تو پھر ہمیں قوت لایموت پر گزارہ کرنا چاہیے اور اپنی توانائیاں دین کے نفاذ کے لیے لگانی چاہیں۔ یہی کفارہ ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر ہم باغیوں کے صف میں کھڑے ہیں۔

آج پوری کرۂ ارض پر فساد برپا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تشریعی تختہ (نعوذ باللہ) لوگوں نے اُلٹ دیا ہے اور پھر بھی ہم اس فریضے میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یا تو ہم مرے ہوئے ہیں یا صرف نام کے مسلمان ہیں۔

باطل کی اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کیسا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

اب وقت کا تقاضا ہے کہ ہم قوت لایموت پر گزارہ کرے۔ قناعت کرے اور Side bussiness چھوڑ کر بقایا پورا وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت و تبلیغ میں گزارے۔ اللہ تعالیٰ کا دین ایک نعمت ہے۔ ہمیں اس نعمت کی طرف لوگوں کو بلانا چاہیے۔ اور اس دین کے نفاذ کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر اس فریضے کی ادائیگی میں ہم نے معمولی کوتاہی برتی تو تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی اور اسی طرح ذلت و مسکنت میں پڑے رہیں گے۔ جس ذلت میں آج ڈیڑھ ارب مسلمان پڑے ہوئے ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ دعوت الی اللہ کے اس فریضے کو نبھانے اور اس میں اپنا مال و جان لگائے۔ آمین!

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ

’’دارالاسلام مرکز تنظیم اسلامی، 23- کلومیٹر ملتان روڈ (نزد چوہنگ)، لاہور‘‘ میں

04 تا 06 اکتوبر 2019ء (بروز جمعہ نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

مبتدی و ملتزم نظریاتی ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

1- جن رفقاء کو ملتزم تربیتی کورس مکمل کیے ہوئے پانچ سال سے زائد کا عرصہ گزر چکا ہے، ان کی نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی جبکہ مبتدی نظریاتی ریفریشر کورس میں مبتدی نصاب کا مطالعہ نہ کرنے والے رفقاء کی شرکت ترجیحی بنیادوں پر مطلوب ہوگی۔ البتہ امیر حلقہ کی اجازت سے احباب بھی شامل ہو سکتے ہیں۔

2- اس کورس سے جو مبتدی/ملتزم رفقاء گزریں گے ان کے مبتدی/ملتزم نصاب کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

3- جو رفقاء اس کورس میں جزوی شرکت کریں گے وہ جس قدر نظریاتی ریفریشر کورس کے نصاب/موضوعات سے گزریں گے، اس کے بقدر مبتدی/ملتزم نصاب کے موضوعات کا مطالعہ/سماعت مکمل متصور ہوگی۔

4- اس کورس میں وہ مبتدی/ملتزم رفقاء بھی شامل ہو سکیں گے جنہوں نے ابھی مبتدی/ملتزم تربیتی کورس نہ کیا ہو۔ البتہ نظریاتی ریفریشر کورس میں شرکت رفیق کو مبتدی/ملتزم تربیتی کورس سے مستثنیٰ نہیں کرے گی اور مبتدی/ملتزم تربیتی کورس اسے بہرحال کرنا لازم ہوگا۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

نوٹ: مذکورہ بالا کورس دسمبر 2019ء میں بھی ان شاءاللہ منعقد ہوگا۔ لہٰذا مبتدی/ملتزم رفقاء حسبِ سہولت شرکت کا اہتمام کریں۔

برائے رابطہ: 0321-4369865

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن — دعائے مغفرت

☆ حلقہ سرگودھا شرقی کی مقامی تنظیم کے نقیب اسرہ ملک خدا بخش قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔
برائے تعزیت: 0322-6019026

☆ ہفت روزہ ندائے خلافت کے ادارتی معاون فرید اللہ مروت کے ماموں جان وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے نقیب شہزادہ احمد خان کے والد محترم وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0333-7626415

☆ تنظیم اسلامی وہاڑی کے ملتزم رفیق حافظ رفاقت علی کے والد محترم وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0306-4996494

☆ تنظیم اسلامی جہلم کے ملتزم رفیق محمد اشرف کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0312-6612792

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔
قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

اسلام میں نظامِ تبلیغ کی اصلاح

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے:

''(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو، جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی۔ تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو، اور برے کاموں سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران 110)

اس آیت کریمہ سے چند آیات پہلے ارشاد فرمایا:

''اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت موجود رہے، جو لوگوں کو نیکی کی دعوت دیتی رہے، اور اچھے کاموں کی تعلیم دیتی رہے، اور بری باتوں سے روکتی رہے، اور یہی وہ لوگ ہیں، جو فلاح پانے والے ہیں۔'' (آل عمران:104)

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ان دونوں آیات میں تطبیق کرتے ہوئے صراحت کی ہے کہ یہ تین فریضے یعنی دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر زمانے میں امت مسلمہ پر فرض کفایہ ہیں، کہ اس کی ایک جماعت اس کام میں ضرور لگی رہے، لیکن اگر اس سے مسلمانوں کی پوری جماعت نے پہلوتہی کی، تو ساری امت مسلمہ گنہگار ٹھہرے گی۔ اگر کچھ جماعتوں نے اس فرض کو انجام دیا، تو یہ فرض پوری امت کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔''

(اسلام کا نظام دعوت و تبلیغ: سید سلیمان ندویؒ)

لغت میں تبلیغ کے معنی ہیں ''پہنچانا'' اصطلاحِ شرح میں دین کے احکام دوسروں تک پہنچانا تبلیغ کہلاتا ہے۔ اسلام فریضہ دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں یہ ضروری قرار دیتا ہے کہ داعی، اس کی دعوت اور اس کا طریقہ کار تینوں اسوہ نبوت کے مطابق ہوں۔ یعنی ہر داعی الی الحق، داعی اول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے نسبت رکھتا ہو۔ دوسرے وہ جو دعوت دے، وہ وہی ہو، جس کی دعوت نبی اکرم ﷺ نے دی ہے، یعنی اسلام۔ تیسرے یہ کہ وہ طریق دعوت بھی وہی اختیار کرے، جو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا۔ ان تینوں امور میں، جس قدر بھی مبلغ کا تعلق حضور ﷺ کی ذات والا صفات، آپؐ کے مبارک مشن اور آپؐ کے طریقہ سے ہوگا، اسی قدر اس کی دعوت و تبلیغ میں تاثیر و وسعت ہوگی۔

مبلغ کی ذات میں ایک اور اہم وصف یعنی اخلاص وللّٰہیت کا ہونا ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

''اے میری قوم پیغمبروں کے پیچھے چلے، ایسوں کے جو تم سے کچھ اجر (یعنی معاوضہ) نہیں چاہتے، اور راہِ ہدایت پائے ہوئے ہیں۔'' (یٰسین:20، 21)

تبلیغ و ہدایت کے سلسلے میں اخلاص وللّٰہیت کی اس قدر اہمیت ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص تقریر و بلاغت (محض) اس لیے سیکھے کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے، تو قیامت کے روز اس کی کوئی عبادت بھی مقبول نہ ہوگی، نہ فرض، نہ نفل۔''

(بحوالہ فضائل تبلیغ، مولانا محمد زکریاؒ)

مبلغ کا تیسرا اہم وصف خیر خواہی اور لوگوں پر ان کا مہربان اور شفیق ہونا ہے۔

قرآن حکیم میں ہے:

''تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا، جس پر تمہارا تکلیف میں پڑنا شاق گزرتا ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کا حریص ہے، اور ایمان والوں پر مہربان اور رحیم ہے۔'' (توبہ:128)

تبلیغ و دعوت کے سلسلے میں گفتگو میں نرمی اور ملائمت اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔ فرعون جیسے سرکش اور خدائی کا دعویٰ کرنے والے کے پاس، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کو بھیجا، تو انہیں تاکید فرمائی:

''تم دونوں (یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام) فرعون سے نرم گفتگو کرنا'' (طٰہٰ:44)

اس کے ساتھ ساتھ تبلیغ کے لیے دینی تعلیمات سے واقفیت اور دعوت کو پیش کرنے کے لیے حکمت و دانشمندی کا وصف بھی ضروری ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

''آپ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعے سے دعوت دیں، اور مباحثہ کریں، تو وہ بھی خوبی کے ساتھ۔'' (بنی اسرائیل:125)

رحمت عالم ﷺ نے جب یمن کی طرف دو صحابیوں کو اسلام کا داعی بنا کر بھیجا، تو روانگی سے قبل انہیں نصیحت فرمائی: ''تم (وہاں) لوگوں کو آسانی کی راہ بتانا، ان کو دقت میں نہ ڈالنا۔ انہیں خوش خبری سنانا اور نفرت نہ دلانا۔'' (صحیح بخاری)

مبلغ کے لیے دعوت کے دوران حکیمانہ طریق اور حسن ترتیب بھی ضروری ہے تاکہ بتدریج دعوت و تبلیغ کی بدولت ہر بات پختہ اور ذہن نشین ہو جائے۔

رحمت عالم ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن بھیجا، تو ارشاد فرمایا: ''تم ایسے لوگوں میں جا رہے ہو، جہاں اہل کتاب ہیں۔ جب تم وہاں پہنچو، تو ان کو سب سے پہلے یہ بتاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اور محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں۔ جب وہ یہ مان لیں، تو انہیں یہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں، تو انہیں یہ بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے، جو دولت مندوں سے لی جائے گی، اور غریبوں کو دی جائے گی۔ اور جب وہ اس کو بھی مان لیں، تو زکوٰۃ میں چن چن کر ان کے اچھے مال نہ لینا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔'' (نظام دعوت و تبلیغ: سید سلیمان ندوی)

ہم پیچھے مڑ کر جب اپنے ماضی پر ایک نظر ڈالتے ہیں، تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ عہد رفتہ کے مسلمان اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھے کہ بنیادی طور پر ان کی حیثیت ''داعی الی اللہ'' کی ہے۔ ان کا کام محض نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی ہی نہیں ہے، بلکہ ان کے ذمے یہ فریضہ بھی ہے کہ وہ اسلام کی دعوت دوسروں تک پہنچائیں۔ حکیمانہ دعوت و تبلیغ اسلام کے جسم میں ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہے۔ یہ اسلام کی وہ بنیاد ہے جس پر اسلام کی اشاعت و کامیابی کا دارومدار ہے۔

❀❀❀

ضرورت رشتہ

☆ لڑکا، عمر 27 سال، تعلیم DAE (میکینکل) برسرروزگار، ذاتی رہائش کے لیے دینی مزاج کی حامل، پڑھی لکھی، خوش شکل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0324-4098261

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، تعلیم الیکٹریکل انجینئر، صوم وصلوٰۃ اور پردے کی پابند کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ والدین رابطہ کریں۔

برائے رابطہ: 0330-4395082

حلقہ کراچی وسطی کے زیر اہتمام تربیتی اجتماع

دعوتِ فکرِ اسلامی مہم کے تحت تنظیم اسلامی کراچی حلقہ وسطی کے زیر اہتمام 9، 10 محرم کو رفقاء کی تربیت کے لیے تربیتی اجتماع کا انعقاد ہوا۔

پروگرام کے مطابق رفقاء 9 محرم کی صبح بعد نمازِ فجر قرآن اکیڈمی یٰسین آباد میں جمع ہونا شروع ہو گئے۔ امیر حلقہ جناب عارف جمال فیاضی ناظم اجتماع کی مجموعی ذمہ داری ادا کر رہے تھے۔ ملتزم رفقاء کے لیے نظامت کی ذمہ داری ڈاکٹر انور علی کے ذمہ جبکہ یہی ذمہ داری مبتدی رفقاء کے لیے جناب سید سلیم الدین کے پاس تھی۔ ابتدائی کلمات کے بعد سات بجے سے مبتدی اور ملتزم کلاسز کا آغاز بالترتیب ''قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں'' اور ''سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل'' سے ہوا۔ حلقہ وسطی کے مدرسین نے محنت اور جانفشانی سے کتابوں کا مطالعہ کرایا۔ مدرسین اور رفقاء کو خوشگوار ماحول کے ساتھ ساتھ ملٹی میڈیا کی سہولت بھی میسر تھی۔

اس کے بعد ''دنیا کی عظیم نعمت قرآنِ حکیم'' مبتدی رفقاء جبکہ ''اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل اور اس سے انحراف کی راہیں'' ملتزم رفقاء کے زیر مطالعہ آئیں۔ ملتزم رفقاء اذانِ ظہر تک ان ہی دو قدرے ضخیم کتابوں کا مطالعہ کر پائے جبکہ اس دوران مبتدی رفقاء کو مزید تین کتب ''حب رسول ﷺ اور اس کے تقاضے''، ''راہ نجات'' اور ''تعارف تنظیم اسلامی'' کے مطالعے کا موقع مل گیا۔

نماز کے بعد رفقاء کو ایک دوسرے سے ملنے اور ساتھ کھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مختصر آرام کے بعد ٹھیک چار بجے سے لے کر اذانِ عصر تک ملتزم رفقاء نے ''پاکستان کی اصل اساس اور استحکام پاکستان کی واحد بنیاد'' جبکہ مبتدی رفقاء نے ''عزم تنظیم'' کا مطالعہ کیا۔ بعد نمازِ عصر سے اذانِ مغرب اور بعد نماز مغرب سے عشاء تک ملتزم رفقاء نے ایک اہم کتاب ''مروجہ تصوف یا سلوک محمدی ﷺ یعنی احسان اسلام'' جبکہ مبتدی رفقاء نے اس درمیان ''تنظیم اسلامی کی دعوت'' اور ''انفرادی نجات اور اجتماعی فلاح کے لیے قرآن کا لائحہ عمل'' کا بغور مطالعہ کیا۔ سیشن کے اختتام کے بعد رفقاء سے ملاقات میں راقم کو اندازہ ہوا کہ واقعتاً کتب کے مطالعے سے نہ صرف رفقاء کی فکر تازہ ہو رہی ہے بلکہ یہ اندازہ بھی ہوا کہ بعض مضامین رفقاء کے علمی ذخیرے میں بھی نئے ہیں۔

تہجد اور عاشورہ کے روزے کی سحری اور فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد آرام کا وقفہ ہوا جس کے بعد دوسرے دن ساتھ بجے سے پونے ایک بجے تک مبتدی رفقاء کو ''رسول انقلاب ﷺ کا طریقہ انقلاب''، ''تنظیم اسلامی کا تاریخی پس منظر''، ''رب ہمارا'' اور ''اسلامی نظم جماعت میں بیعت کی اہمیت'' جیسی انتہائی اہم کتب کا مطالعہ کرایا گیا۔ دوسری طرف بانی محترمؒ کی انقلابی فکر و مساعی کے نچوڑ پر مبنی کتاب ''منہج انقلاب نبوی ﷺ'' کے چار مطالعاتی نشستوں کا دور ہوا۔ جس میں بالترتیب ڈاکٹر صاحب کا خطاب اول، دوم اور سوم پہلی نشست میں، اس کے بعد خطاب چہارم، پنجم، اور ششم کا مطالعہ ہوا۔ خطاب ہفتم، ہشتم و نہم تیسری نشست میں جبکہ خطاب دہم اور ضمیمہ آخری نشست کے مطالعاتی مضامین رہے۔ اور اس طرح دوسرے دن یعنی دس محرم کو پونے ایک بجے اس مطالعاتی نصاب کا بخوبی اختتام ہوا۔

امیر حلقہ جناب عارف جمال فیاضی نے اختتامی کلمات میں اللہ کے شکر کے ساتھ ساتھ ذمہ داران اور رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور ان کو اس مصروفیت اور فتنے کے دور میں محض اللہ کی رضا کی خاطر دو دن قرآن اکیڈمی میں قیام اور فکرِ اسلامی کو تازہ کرنے کی توفیق پر نمازِ شکرانہ ادا کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد مسنون دعا پر اجتماع کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: وقاص احمد)

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(12 تا 18 ستمبر 2019ء)

جمعرات (12 ستمبر) کو صبح 9 بجے ''دارالاسلام'' (مرکز تنظیم اسلامی) میں مرکزی مجلس عاملہ کے ہفتہ وار اجلاس میں شرکت کی' جو ظہر تک جاری رہا۔ بعد نمازِ ظہر جنوبی افریقہ سے آئے امام اور خطیب مولانا طاہر سلو اور ان کے ایک ساتھی سے ملاقات رہی۔ اس نشست میں مرکزی مجلس عاملہ کے وہ ارکان بھی شریک ہوئے جو اُس وقت ''دارالاسلام'' میں موجود تھے۔ جمعہ (13 ستمبر) کو قرآن اکیڈمی میں ضروری دفتری امور نمٹانے کے علاوہ مرکزی شعبہ نشر و اشاعت کے ذمہ داران کی مشاورت و معاونت سے پریس ریلیز مرتب کیا۔ دوپہر 12:15 بجے کراچی سے جناب مفتی فیصل جاپان والا مع اپنے ایک ساتھی ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ امیر محترم نے اقامتِ دین کے لیے کام کرنے کے حوالے سے ان کی رہنمائی کی اور مطالعہ کے لیے لٹریچر بھی ہدیہ کیا۔ (امیر محترم موصوف کی فکر سے پہلے ہی واقف تھے کہ یہ غامدی سوچ کے حامل ہیں۔ تفصیلی گفتگو میں امیر محترم نے ان پر غامدی فکر کی غلطیاں بھی واضح کر دی تھیں۔ آخر میں امیر محترم کی خواہش کے علی الرغم انہوں نے امیر محترم کے ساتھ اپنی تصویر بھی بنالی۔) اسی شام بعد نمازِ عصر کلیۃ القرآن کے استاذ جناب محمد فیاض اپنے ایک ذاتی مسئلے کی بابت امیر محترم سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ ہفتہ (14 ستمبر) کو قرآن اکیڈمی میں معمول کی مصروفیات رہیں۔

سوموار (16 ستمبر) کو قرآن اکیڈمی میں اہم زیر التوا تنظیمی امور نمٹائے۔ منگل (17 ستمبر) کو صبح 9 بجے ''دارالاسلام'' (مرکز تنظیم اسلامی) میں مرکزی مجلس عاملہ کا خصوصی اجلاس منعقد ہونا تھا لیکن امیر محترم کی طبیعت ناساز ہونے کے باعث اسے منسوخ کر دیا گیا۔ اسی شام 7 بجے طے شدہ پروگرام کے مطابق جناب عارف احمد کی رہائش گاہ پر حلقہ لاہور شرقی کی مقامی تنظیم داروغہ والا کے رفقاء کے ساتھ امیر محترم کی اجتماعی ملاقات کا اہتمام کیا گیا تھا' لیکن طبیعت بحال نہ ہونے کے سبب یہ نشست بھی ملتوی کر دی گئی۔ بدھ (18 ستمبر) کو قرآن اکیڈمی میں تنظیم سے متعلق بعض ضروری امور کو تکمیل تک پہنچایا۔ (مرتب: محمد خلیق)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاء اللہ

''مسجد جامع القرآن مین روڈ سٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا'' میں

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

04 تا 06 اکتوبر 2019ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ امراء و نقباء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-9603045، 0300-9603577

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت: 79-35473375(042)

“Greater Israel”:
The Zionist Plan for the Middle East

The formation of “Greater Israel” constitutes the cornerstone of powerful Zionist factions within the current Netanyahu government, the Likud party, as well as within the Israeli military and intelligence establishment.

President Donald Trump has confirmed in no uncertain terms, his support of Israel’s illegal settlements (including his opposition to UN Security Council Resolution 2334, pertaining to the illegality of the Israeli settlements in the occupied West Bank). In recent developments, the Trump administration has expressed its recognition of Israeli sovereignty over the Golan Heights.

“Greater Israel” is de facto part of the election campaign. Netanyahu has pledged to annex large parts of the occupied West Bank if he wins in the forthcoming September 17 [2019] elections.

Netanyahu, who is fighting for his political life after an inconclusive vote in April [2019], said that Israel will “apply Israeli sovereignty to the Jordan Valley and the northern Dead Sea immediately” if he secured a fifth term in the September 17 polls. *(Al Jazeera, September 11, 2019)*

Trump’s “Deal of the Century” is supportive of the “Greater Israel” project, which also consists in the derogation of Palestinian’s “right of return” by “naturalizing them as citizens of Lebanon, Jordan, Syria, Iraq, and elsewhere regionally where they reside”.

Bear in mind: The Greater Israel design is not strictly a Zionist Project for the Middle East, it is an integral part of US foreign policy, its strategic objective is extend US hegemony as well as fracture and balkanize the Middle East.

Trump’s decision to recognize Jerusalem as Israel’s capital is intended to trigger political instability throughout the region.

According to the founding father of Zionism Theodore Herzl, “the area of the Jewish State stretches: “From the Brook of Egypt to the Euphrates.” According to Rabbi Fischmann, “The Promised Land extends from the River of Egypt up to the Euphrates, it includes parts of Syria and Lebanon.”

When viewed in the current context, including the siege on Gaza, the Zionist Plan for the Middle East bears an intimate relationship to the 2003 invasion of Iraq, the 2006 war on Lebanon, the 2011 war on Libya, the ongoing wars on Syria, Iraq and Yemen, not to mention the political crisis in Saudi Arabia.

The “Greater Israel” project consists in weakening and eventually fracturing neighboring Arab states as part of a US-Israeli expansionist project, with the support of NATO and Saudi Arabia. In this regard, the Saudi-Israeli rapprochement is from Netanyahu’s viewpoint a means to expanding Israel’s spheres of influence in the Middle East as well as confronting Iran. Needless to day, the “Greater Israel” project is consistent with America’s imperial design.

“Greater Israel” consists in an area extending from the Nile Valley to the Euphrates. According to Stephen Lendman, “A near-century ago, the World Zionist Organization’s plan for a Jewish state included:

• Historic Palestine;

• South Lebanon up to Sidon and the Litani River;

• Syria’s Golan Heights, Hauran Plain and

Deraa; and

• Control of the Hijaz Railway from Deraa to Amman, Jordan as well as the Gulf of Aqaba.

Some Zionists wanted more – land from the Nile in the West to the Euphrates in the East, comprising Palestine, Lebanon, Western Syria and Southern Turkey."

The Zionist project supports the Jewish settlement movement. More broadly it involves a policy of excluding Palestinians from Palestine leading to the eventual annexation of both the West Bank and Gaza to the State of Israel.

Greater Israel would create a number of proxy States. It would include parts of Lebanon, Jordan, Syria, the Sinai, as well as parts of Iraq and Saudi Arabia.

The Yinon plan is an Israeli strategic plan to ensure Israeli regional superiority. It insists and stipulates that Israel must reconfigure its geo-political environment through the balkanization of the surrounding Arab states into smaller and weaker states.

Israeli strategists viewed Iraq as their biggest strategic challenge from an Arab state. This is why Iraq was outlined as the centerpiece to the balkanization of the Middle East and the Arab World. In Iraq, on the basis of the concepts of the Yinon Plan, Israeli strategists have called for the division of Iraq into a Kurdish state and two Arab states, one for Shiite Muslims and the other for Sunni Muslims. The first step towards establishing this was a war between Iraq and Iran, which the Yinon Plan discusses.

The Atlantic, in 2008, and the U.S. military's Armed Forces Journal, in 2006, both published widely circulated maps that closely followed the outline of the Yinon Plan. Aside from a divided Iraq, which the Biden Plan also calls for, the Yinon Plan calls for a divided Lebanon, Egypt, and Syria. The partitioning of Iran, Turkey, Somalia, and Pakistan also all fall into line with these views. The Yinon Plan also calls for dissolution in North Africa and forecasts it as starting from Egypt and then spilling over into Sudan, Libya, and the rest of the region.

The plan operates on two essential premises. To survive, Israel must **1)** become an imperial regional power, and **2)** must effect the division of the whole area into small states by the dissolution of all existing Arab states. Small here will depend on the ethnic or sectarian composition of each state. Consequently, the Zionist hope is that sectarian-based states become Israel's satellites and, ironically, its source of moral legitimation… This is not a new idea, nor does it surface for the first time in Zionist strategic thinking. Indeed, fragmenting all Arab states into smaller units has been a recurrent theme.

<u>Source</u>: *Adapted from an article by Israel Shahak and Prof Michel Chossudovsky, published on Global Research*

<u>Note</u>: ***The editorial board of Nida-e-Khilafat may not agree with all information provided, analysis made and conclusions drawn in the article***

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''مسجد جامع القرآن گلشن سحر قاسم آباد حیدر آباد'' میں

06 تا 12 اکتوبر 2019ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی و ملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں مندرجہ ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

رفقاء اِن موضوعات پر دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:-

☆ جہاد فی سبیل اللہ ☆ اسلام کا انقلابی منشور

اور

امراء و نقباء تربیتی و مشاورتی اجتماع

11 تا 13 اکتوبر 2019ء (بروز جمعہ نماز عصر تا بروز اتوار)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اور امراء و نقباء متعلقہ پروگرام میں شریک ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0300-2168072 / 022-2106187

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 79-35473375(042)

Vol: 28 Regd. No. C.P.L NO.114 No.37

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore